تیرا اعتبار چاہئے
انا الیاس
Sohni Digest
Sohni Digest
Sohni Digest

ناول

انا الیاس

تیرا اعتبار چاہیے

"امی! میں کتنی مرتبہ کہوں کہ مجھے شادی نہیں کرنی۔ آخر آپ اور ابا کیوں نہیں سمجھتے۔ کیا اس کے بغیر میری زندگی نہیں گزر سکتی۔"

عزہ جو ابھی کھانا کھا کر بچوں کو سلا کر اپنا آفس کا کام کھول کر بیٹھی ہی تھی کہ علیہ بیگم اسے دودھ دینے آئیں اور ساتھ ہی نئے آنے والے رشتے کی بات شروع کر بیٹھیں۔ حالانکہ وہ جانتی تھیں کہ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی انکار ہی آئے گا مگر پھر بھی وہ ایک آس لیے عزہ سے بات شروع کر چکی تھیں۔

"بیٹا! یہ بہت ضروری ہے۔ ایک عورت مرد کے بغیر اس معاشرے میں تنہا زندگی نہیں گزار سکتی۔" وہ لاچاری سے اسے ہر دفعہ کی طرح اس مرتبہ بھی سمجھانے بیٹھ گئیں۔

"یہ سب فرسودہ باتیں ہیں، آج کی عورت سب کچھ کر سکتی ہے۔" اس نے ماں کی بات کو اڑا دیا۔

"عورت ہر دور میں عورت ہی رہتی ہے۔ یہ چار کتابیں پڑھ کر تم لوگ سمجھتے ہو باہر پھرنے والے ہر گیدڑ کا مقابلہ کر لوگی۔ تم مجھے اتنا بتا دو اگر تمہارے ابا نہ ہوں تو کیا تم رات کے دو بجے ان بچوں کو لے کر ہاسپٹلوں اور میڈیکل سٹورز کے چکر کاٹ سکتی ہو۔ یہ ایک مرد کا آسرا ہی ہے کہ تم ان بچوں کی ذمہ داری آرام سے نبھا رہی ہو۔ نہیں تو میں دیکھوں چار دن بھی تم نکال نہیں سکتی۔" ماں کی باتیں سن کر وہ جو اپنی طرف سے لیپ ٹاپ پر کام شروع کر چکی تھی، ساکت رہ گئی۔ کتنے لمحے وہ کچھ بول ہی نہ پائی۔

کتنا سچ کہا ہے امی نے، ابھی کل رات کی ہی تو بات تھی۔ جب رات میں ہادی کی طبیعت خراب ہوئی، الٹیاں اس قدر شروع ہوئیں کہ سنبھالنا مشکل ہو گیا۔

ابا کے ساتھ وہ رات کے دو بجے تو ہی ہاسپٹل کی جانب بھاگی۔ یہ ابا ہی تھے جو بھاگ دوڑ کر کے کبھی ڈاکٹروں سے بات کرتے اور کبھی ڈسپنسری سے کوئی دوا لاتے جبکہ وہ تو ایک کونے میں کھڑی بس روئے جا رہی تھی۔

ایسا نہیں تھا کہ وہ کوئی ڈرپوک لڑکی تھی۔ عام لڑکیوں سے کہیں زیادہ ہمت اور حوصلے والی تھی۔ شاید ماں بننے کا احساس ہی انسان کو باہمت بنا دیتا ہے۔ اور پھر جو لوگ سنگل پیرنٹ ہوں وہ تو ویسے بھی اپنی اولاد کو زمانے کے سرد و گرم سے بچانے کے لیے خود طوفان بن جاتے ہیں۔ حزہ بھی ایسی ہی تھی۔ سعد اور ہادی نے اسے جہاں مضبوط بنا دیا تھا وہاں وہ ماں ہونے کے ناطے اندر سے بے حد کمزور بھی تھی۔ اپنی اولاد کی تکلیف وہ سہہ نہیں پاتی تھی۔

ابھی تو ابا کا آسرا تھا اور اگر ابا نہ ہوں تو...... یہ سب سوچ کر وہ حقیقت میں اندر تک کانپ گئی تھی۔

"امی! آپ کی بات ٹھیک ہے میں مانتی ہوں۔ مگر کون ہے جو مجھے میرے بچوں سمیت

قبول کرے گا۔ اس حقیقت سے بھی تو آپ نظر نہیں چرا سکتیں نا۔" اس نے اب ماں کے لیے سوچ کے در وا کیے۔

"تو میں نے کہا ہے نا ہم ان کو دیکھیں گے۔ ہمارے پاس تمہارے اور ان بچوں کے علاوہ ہے ہی کون۔" ان کے پاس پہلے سے حل موجود تھا۔

"یہ تو بالکل بھی نہیں ہو سکتا۔ آپ کی اپنی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی، ابا خود ہارٹ پیشنٹ ہیں اور ویسے بھی میں اپنے بچوں کو رلنے کے لیے چھوڑ کر، محرومی دے کر خود زندگی کی خوشیاں کشید کرنے چل پڑوں۔ مجھے بتائیں کون ماں ایسی ظالم ہو سکتی ہے۔" وہ ان کی بات رد کرتے ہوئے قطعیت سے بولی۔

"تو کیا ہم تمہیں اس طرح اجڑی حالت میں چھوڑ کر قبر میں جا لیٹیں۔" عطیہ بیگم آج پھر اس کی ضد کے آگے زچ ہو گئی تھیں۔ ہر بار اس کی ایک ہی تکرار ہوتی تھی۔ شادی نہیں کرنی میرے بچے کون قبول کرے گا۔

"اللہ نہ کرے آپ پلیز یہ مرنے مارنے والی باتیں نہ کیا کریں، کتنی دفعہ کہوں آپ کو۔" وہ لیپ ٹاپ بیڈ پر رکھتی ان کے قریب جا بیٹھی۔ سر ان کے کندھے پر رکھ کر ان کے ہاتھ تھام لیے جیسے انہیں کہیں نہیں جانے دے گی۔

"تو میری جان ہمیں مت ستاؤ اور رشتے کے لیے ہامی بھر لو۔" انہوں نے ایک ہاتھ اس کے بالوں پر پھیرتے اس کے سر پہ پیار کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے میں مان جاؤں گی اگر کوئی ایسا شخص ہو جو مجھے میرے بچوں سمیت قبول کرے۔ یقین کریں میں ایک لفظ اعتراض کیے بغیر ہاں کر دوں گی، مگر میری شادی کرنے کی شرط یہی ہے۔" اس نے بھی کچھ ان کی بات مانتے اور کچھ اپنی منواتے ہوئے کہا۔

''یہ تو پھر نہ ہی کہنے والی بات ہوئی نا۔'' عطیہ بیگم نے اس کی چالاکی سمجھتے ہوئے کہا۔

''ہوسکتا ہے کوئی ایسا ہو جو یہ شرط مان ہی جائے۔ آپ خود ہی تو کہتی ہیں ہمیشہ اچھے کی امید رکھو تو اللہ بھی اچھا ہی کرے گا۔ اب آپ خود ہی مایوس ہو رہی ہیں۔''

وہ جانتی تھی کہ ایسا کوئی ہو ہی نہیں سکتا جو ایک دو بچوں کی ماں سے شادی پر تیار ہو، اسی لیے یہ شرط رکھی تھی۔ وہ بار بار انہیں مایوس بھی نہیں کرنا چاہتی تھی مگر اقرار بھی ایسی شرط کے ساتھ کیا جو پورا ہونے والا نہیں تھا۔

''اللہ کرے میں تو کہتی ہوں کل کا ملتا آج کوئی ایسا لڑکا ملے تو میں تو ایک سیکنڈ نہ لگاؤں۔'' انہوں نے حسرت سے کہا۔

''اب ہم بوجھ بن گئے ہیں نا آپ پر۔'' اس نے ان کے کندھے سے سر اٹھاتے خفگی بھرے لہجے میں کہا۔

''نہیں میری جان، بیٹیاں ماں باپ پر کبھی بوجھ نہیں ہوتیں مگر یہ قدرت کا قانون ہے کہ وہ ساری عمر ماں باپ کی دہلیز پر بیٹھی اچھی بھی نہیں لگتیں، یہ عجیب سی محبت ہے انہیں دور کرنا بھی نہیں چاہتے مگر کرنا بھی پڑتا ہے۔ بس یہ تو اللہ کا نظام ہے۔'' انہوں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''چلو اب تم کام کرو اپنا، میرے وظیفے کا وقت ہو گیا ہے۔ اللہ ہماری زندگی میں ہی تمہیں اپنے گھر کا کر دے تو اس سے بڑھ کر ہمارے لیے سکون کی بات اور کیا ہوگی۔'' اس کے پاس سے اٹھتے انہوں نے ہادی اور سعد کو پیار کیا اور کمرے سے چلی گئیں جبکہ وہ ساری سوچوں کو جھٹک کر کل کی پریزینٹیشن تیار کرنے لگ گئی۔ اسے یقین تھا کہ ایسا کوئی جی دار نہیں ہوگا جو اسے اس کے بچوں سمیت قبول کر لے۔

مگر کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے نا کہ خدا ہمیں بتاتا ہے اور دکھاتا ہے کہ ہماری سوچ اور ہمارا یقین اس کے ارادوں کے آگے کچھ بھی نہیں۔ اگر ہم اپنے آنے والے کل کے متعلق سب جان لیں تو غیب اور اس کا علم تو کوئی معانی نہیں رکھتے۔ اللہ ہمیں عقل، شعور، سمجھ بوجھ سب دیتا ہے مگر کچھ علم وہ ہم سے مخفی رکھتا ہے۔ یہ بتانے کے لیے کہ ہم انسان ہیں اس کے بندے اور اس کی حکمت کے آگے سر جھکانے والے۔

☆......☆......☆

"ہیلو سحر! عزہ آ چکی ہیں کیا؟" بشریٰ کی گمبھیر آواز ماؤتھ پیس میں گونجی۔

"جی سر، ابھی تھوڑی دیر پہلے آئی ہیں۔" سحر جو کہ بشریٰ کی پی اے تھی تھوڑی دیر پہلے ہی اس نے عزہ کو اپنے کیبن میں جاتے دیکھا تھا۔

"اوکے، آپ انہیں کہیں کہ پریزینٹیشن کی فائل لے کر میرے آفس میں آئیں۔"

بشر کا اگلا حکم ملتے ہی اس نے جی کہہ کر فون رکھا۔ دوسرے فون سے عزہ کے کیبن کی ایکسٹینشن کا نمبر ملایا۔

"ہیلو۔"

"سر کہہ رہے ہیں آج جو میٹنگ ہونی ہے اس کی پریزینٹیشن فائل لے کر فوراً ان کے آفس میں پہنچو۔" سحر نے اس کی ہیلو کے جواب میں بشر کا پیغام پہنچایا۔

"ارے یار، سانس تو لینے دیتے اور انہیں کیا الہام ہوا ہے کہ میں آ گئی ہوں۔" وہ جو ابھی آ کر بیٹھی ہی تھی اور اپنی چیزیں ارینج کر رہی تھی بشر کے ملنے والے پیغام پر بدمزہ ہوئی۔

"الہام نہیں ڈیئر، ان کی پی اے کس لیے ہے۔" سحر نے فخریہ اپنی کارکردگی بتائی۔

"تمہیں تو ریلوے میں ہونا چاہیے تھا تیز کام کیں کی۔ وہاں کا بھی کچھ بھلا ہو جاتا۔" اس

نے اپنی فائل اٹھاتے سحر کی تیزیوں پر طنز کیا۔

"شکریہ، اب باقی کی کلاس میری لنچ بریک میں لے لینا ابھی تو سر کے پاس پہنچو، اس سے پہلے کہ وہ تمہارے سر پر پہنچ جائیں۔" اس نے ہنستے ہوئے بشر کے غصے سے ڈرایا۔ وہ کام کے معاملے میں بہت ڈسپلنڈ تھا، جس پر اکثر عزہ خود کہتی تھی کہ سر اتنے ڈسپلنڈ نہ ہوتے تو ہم نے کب کا ان کا بزنس ڈبو دیا تھا۔

وہ کوئی بہت بوڑھا نہیں تھا۔ بمشکل انتیس سال کا تھا، مگر کام کرنا اور لینا خوب جانتا تھا۔ سافٹ سپوکن مگر اصولوں کے معاملے میں سخت۔ عزہ کو ابھی چھ ماہ ہوئے تھے بشر کا آفس جوائن کیے۔ مگر حقیقت میں اسے بشر کے انڈر کام کر کے مزہ آتا تھا۔

وہ نہایت چیلنجنگ بندہ تھا۔ امپورٹس کا بزنس کرتا تھا۔ سب بڑی بڑی کمپنیوں کو مال سپلائی کرتا تھا۔ کچھ عرصہ ہی ہوا تھا اسے اس فیلڈ میں آئے مگر بہت جلد اعلیٰ پائے کے بزنس مینز میں اس کا شمار ہونے لگا تھا جس کی وجہ اس کی ڈیڈیکیشن تھی۔ اپنے ماتحتوں کے ساتھ وہ بیک وقت دوست اور باس دونوں طرح سے پیش آتا تھا۔

ہلکی سی بیرڈ میں تیکھے نقوش رکھنے والا بشر لڑکیاں تو لڑکوں تک کے لیے ایک متاثر کن شخصیت کا حامل تھا۔ اپنے ہمراہ کام کرنے والی لڑکیوں کے ساتھ اس کا رویہ ریزرو مگر روڈ نہیں ہوتا تھا۔ بہت عزت سے وہ بات کرتا تھا۔

عزہ فائل لے کر اس کے آفس کا دروازہ ناک کر کے کم ان کی آواز پر اندر بڑھی۔

"پلیز عزہ، ہیو آ سیٹ۔"

وہ جو بڑی سی ٹیبل کے دوسری جانب ڈارک گرے سوٹ میں وائٹ شرٹ کے اوپر سٹیل گرے ٹائی لگائے اپنی چھا جانے والی شخصیت سمیت لیپ ٹاپ سامنے رکھے کام کرنے میں

مصروف تھا۔ عزہ کو اندر آنے اور پھر اپنے سامنے بیٹھنے کا کہہ کر موبائل پر کسی سے بات کرنے میں بھی مصروف تھا۔ عزہ اعتماد سے چلتی ہوئی اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ اور پریزنٹیشن والی فائل کھول کر اس کا میٹریل پھر سے پڑھنے لگی، کیونکہ کبھی کبھی پیٹر اتنے مشکل سوال کر جاتا تھا کہ اگلا بندہ کنفیوز نہ بھی ہونا چاہے تو ہو جاتا تھا۔

اور عزہ کی تو ایک دو مرتبہ اس سے عزت افزائی ہو چکی تھی۔ اسی لیے آج کی پریزنٹیشن اس کے لیے بہت امپورٹنٹ تھی۔

فون ختم کرتے ہی اس نے عزہ کی جانب رخ کیا۔ جو مسٹرڈ اور ڈارک بلو امتزاج کے رنگوں کا کھدر کا سوٹ پہنے سر پر براؤن اسکارف لپیٹے ڈارک بلو کیپ لیے ہمیشہ کی طرح پیٹر کو بہت ہی گریس فل اور ڈیسنٹ لگ رہی تھی۔ اس نے کبھی اسے عام لڑکیوں کی طرح فیشن کے پیچھے لگ کر عجیب و غریب کپڑے پہنے نہیں دیکھا تھا۔ وہ اتنی ریزروڈ رہتی تھی کہ اگلا بندہ خود ہی اس کی عزت کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔

"جی تو پریزنٹیشن دکھائیں۔"

اس نے ہاتھ بڑھا کر عزہ کو وہ فائل پکڑانے کو کہا۔ عزہ نے جلدی سے وہ فائل اسے پکڑائی جو کچھ دیر پہلے وہ پڑھ رہی تھی۔

"میرے ہر ورکر کی الگ الگ کوالٹیز ہیں اور وہ کوالٹیز مجھے بہت پسند بھی ہیں۔ آپ کی سب سے اچھی بات یہ ہے کہ آپ نروس ہوتی نہیں، کرتی ہیں اور آج بھی میں ایکسپیکٹ کروں گا کہ میٹنگ ہال میں بیٹھے ہوئے سب لوگوں کو آپ اپنی اچھی سی پریزنٹیشن سے اتنا مرعوب کریں کہ وہ نروس ہو کر کچھ بھی پوچھنے کی ہمت نہ کریں۔" بظاہر وہ جو فائل کی جانب متوجہ تھا اور مخاطب عزہ سے تھا اس کے ہاتھوں کی لرزش پیٹر کی تیز نظروں سے چھپی نہیں رہی تھی

جو ٹیبل پر رکھے ہوئے تھے۔

"سر! بس فرسٹ ٹائم ہے تو اسی لیے تھوڑا سا نروس ہو رہی ہوں۔"

عزہ کو اس کی سب سے زیادہ یہی بات پسند تھی کہ وہ اپنے دھیمے لہجے میں اتنے طریقے سے تنقید بھی کر جاتا تھا کہ اگلے بندے کو برا نہ لگے اور ساتھ میں کوئی ایک آدھ بات تعریف کر کے اپنے ورکرز کا مورال ہمیشہ بلند کرتا تھا۔ ان کی حوصلہ افزائی کرتا تھا۔

"جب بھی آپ کچھ بھی کہیں پریزنٹ کریں ہمیشہ یہ سوچ کر مائیک یا روسٹرم سنبھالیں کہ یہاں بیٹھا کوئی شخص آپ کے ٹاپک کو آپ سے زیادہ نہیں جانتا۔ غلط بات بھی بول جائیں تو اتنے اعتماد کے ساتھ کہ سامنے والے کو اپنے صحیح ہونے پر شبہ ہو۔ اور اگر آپ کا ہوم ورک پورا ہے جیسا کہ آپ کی فائل سے نظر آ رہا ہے تو پھر آپ کو گھبرانے کی ضرورت ہی نہیں۔ آپ کو جب اپنی تیاری پر اعتماد نہیں ہوگا آپ اسے لوگوں تک کیسے پہنچا سکیں گی۔" بشر کی باتوں نے واقعی اس کا اعتماد بحال کیا تھا۔

"جی سر تھینک یو۔" اس نے ہلکی سی مسکراہٹ دیتے بشر کا شکریہ ادا کیا۔

"آپ میں بہت سے گٹس ہیں، ان کو بے اعتمادی کی نذر مت کریں۔" اس کی نظریں ہنوز اس کی فائل کی جانب تھیں۔ پھر اسے بند کر کے عزہ کی جانب بڑھاتے اس نے بیسٹ آف لک کہا اور اسے واپس جانے کا عندیہ دیا۔

لیکن بشر کی باتوں سے اسے اتنا فائدہ ہوا کہ اس نے پریزنٹیشن بہت اچھی دی۔ اور جس کلائنٹ سے ان کی ڈیل چل رہی تھی وہ عزہ کی اتنی ڈیٹیلڈ پریزنٹیشن جس میں اس نے ہر طرح کے فائدے کو ہائی لائٹ کیا تھا اور اس کے علاوہ اس کلائنٹ کے باقی کمپنیز کے ساتھ کام کرنے کے بہت سے نقصانات کو بھی ہائی لائٹ کیا تھا جو اسے وقتاً فوقتاً ملتے رہے تھے اور جو

اسے ان کے ساتھ کام کرنے میں نہیں ہو سکتے تھے۔ عزہ کی اس پریزنٹیشن کے بعد وہ بشر کے ساتھ کام کرنے پر راضی ہو گیا۔

☆......☆......☆

"سر! اتنے اچھے کلائنٹ کے ملنے پر ایک لنچ تو بنتا ہے نا اور میم عزہ کے لیے تو اسپیشلی۔" ہارون جوان کے آفس کا سب سے زیادہ زندہ دل لڑکا تھا، وہ بولا۔ وہ سب اس وقت آفس کے ہال میں موجود تھے۔ جہاں آج کی پریزنٹیشن کو ہی ڈسکس کیا جا رہا تھا۔

"بالکل کیوں نہیں، آپ لوگ آرڈر کریں میں پے منٹ کر دیتا ہوں۔" بشر نے اس کی ہاں میں ہاں ملاتے سب کی جانب دیکھا۔

"نہیں سر، یہاں تو روز ہی بیٹھ کر لنچ کرتے ہیں، باہر چل کر کہیں لنچ کروائیں۔" ہارون کے کہنے پر سب نے ہاں میں ہاں ملائی سوائے عزہ کے۔

"اوکے! اس پریزنٹیشن کا زیادہ کریڈٹ تو مس عزہ کو جاتا ہے، جہاں یہ کہیں گی میں آپ سب کی ٹیبل ریزرو کروا دیتا ہوں۔" بشر نے عزہ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"سر! یہ تو پھر نہ والی ہی بات ہوئی۔" سحر کے کہنے پر سب ہنس پڑے۔ سب جانتے تھے کہ عزہ آفس کے کسی لنچ اور ڈنرز میں نہیں جاتی تھی۔ لہٰذا اس کے کچھ کہنے سے پہلے بولی۔

"اب یہ آپ لوگ خود ڈیسائیڈ کریں۔" بشر ان سب پر نظر ڈالتا ہوا خود اپنے روم کی جانب چل پڑا۔

"بتا دیں نا میم، کیوں ہماری بھی ٹریٹ پر لات مار رہی ہیں۔" ہارون نے بے چارگی سے کہا۔

"اف کہہ ایسے رہے ہیں، جیسے آج تک کبھی ہوٹلنگ نہیں کی۔ سوری جو کچھ منگوانا ہے یہیں

منگوائیں۔" وہ اسے ہری جھنڈی دکھاتی اپنے کیبن کی طرف چل پڑی۔ باقی سب کا بھی منہ اتر گیا۔

☆......☆......☆

جیسے ہی وہ گھر آیا فہیما آپا کی آواز کچن سے آتی سنائی دی۔ وہ کچن کی ہی جانب بڑھ گیا جہاں ممی اور آپا باتیں کر رہی تھیں۔

"السلام علیکم! آج تو بڑے بڑے لوگ آئے ہوئے ہیں۔ آپ بھی تبھی آتی ہیں جب ممی آتی ہیں ویسے تو آپ کو اپنا بھائی یاد نہیں آتا۔" اس کے سلام پر مسکراتے ہوئے جواب دیتیں وہ بشر کی جانب بڑھیں جس نے بڑھ کر انہیں اپنے بازوؤں کے حصار میں لیتے اپنے ساتھ لگائے ماتھے پر عقیدت سے پیار کیا۔

"اور تم تو جیسے فیصل آباد کے دن رات چکر لگاتے ہو۔" انہوں نے بھی ناراضگی سے کہا۔ وہ شادی ہو کر فیصل آباد جا چکی تھیں۔ شادی کو سات سال گزر چکے تھے مگر اولاد کی نعمت سے محروم تھیں۔

بشر کے والدین بڑے بیٹے کے ساتھ اسلام آباد رہتے تھے جبکہ بشر شروع سے اکیلے رہنے کا عادی تھا۔ چھوٹی عمر میں باہر چلا گیا۔ وہاں سے پڑھ کر واپس آیا تو لاہور میں اپنے دوست کے ساتھ مل کر بزنس شروع کیا جسے اب وہ اکیلا ہی چلاتا تھا۔ اس کا دوست سبطین امریکن ایمبیسی میں جاب شروع کر چکا تھا۔

ویک اینڈز پر وہ اسلام آباد کا چکر ضرور لگاتا تھا۔

وہ تین بہن بھائی تھے۔

واسع بھائی سب سے بڑے تھے۔ ان کی شادی کو دس سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ تحریم

ان کی بیوی اور ڈاکٹر بھی تھیں جبکہ ان کے دو پیارے سے بچے ایشال اور شایان سب کو بہت عزیز تھے۔

ان کے بعد فیحا کی باری تھی جن کی شادی زبیر سے سات سال پہلے ہوئی تھی۔ زبیر کچھ عرصہ پہلے آسٹریلیا چلا گیا تھا آفس کی طرف سے۔ فیحا آپا بھی آتی جاتی رہتی تھیں۔

اور بشر سب سے چھوٹا تھا اسی لیے بھی سب کو بہت عزیز تھا۔ نخرے اور لاڈ بھی وہ سب سے خوب اٹھواتا تھا مگر بہت سعادت مند تھا جس کی وجہ سے شہاب صاحب اور فریحہ بیگم اس کی ہر بات مانتے تھے۔

"ممی اب جلدی سے اس کی شادی کروا بھی دیں۔" فریحہ بیگم جو کل ہی بشر کے پاس آئی تھیں۔ اس وقت اس کی پسند کے انڈے کوفتے بناتے ہوئے ان دونوں کا پیار بھی دیکھ رہی تھیں۔

"ایک تو یہ جن لوگوں کی شادیاں ہو جاتی ہیں نا، ان کو دوسروں کی آزادی بہت کھلتی ہے۔" بشر نے چڑ کر کہا۔ وہ ہر بار یہی بات جو دہراتی تھیں۔

"تو کس عمر میں شادی کرو گے، انتیس سال کے تو ہو چکے ہو اور اس عمر میں واسع بھائی دو بچوں کے ابا بن چکے تھے۔" اس نے بشر کو یاد کروایا۔

"ضروری ہے جو حماقت انہوں نے کی میں بھی وہ کروں۔" وہ مخمل پر بیٹھا پانی پیتا ہوا چھتے ہوئے بولا۔

"شرم تو نہیں آتی بڑے بھائی کے بارے میں ایسے کہتے ہوئے۔" آپا نے ہنسی روکتے ہوئے اس کے کندھے پر دھپ ماری۔

"جب انہیں شرم نہیں آئی ایسا کارنامہ کرتے ہوئے تو میں کیوں کروں۔" اس نے حیران

ہونے کی ایکٹنگ کی۔

"ممی! کتنی زبان چلنے لگ گئی ہے اس کی بس اب آپ اس کی شادی والا کام کرکے ہی جائیں۔" انہوں نے فریحہ بیگم کو اکسایا۔

"میری معصوم سی ممی کو مت ورغلائیں۔" اس نے اٹھ کر فریحہ بیگم کے کندھوں پر بازو پھیلاتے ہوئے کہا۔

"میں تو اس مرتبہ واقعی یہی سوچ کر آئی ہوں۔" انہوں نے بشر کے چہرے پر پیار سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"چلو آپ دونوں کیا پلاننگ کرکے آئی ہیں۔" اس نے فوراً خفگی سے کہا۔

"بالکل۔" دونوں بیک زبان ہوئیں۔ ایک شبیہ بشر کی آنکھوں کے سامنے لہرائی۔

"چلیں ابھی تو کھانا کھلائیں پھر اس ایشو پر بھی بات کرتے ہیں۔" بشر کے اس موضوع پر بات بڑھانے نے دونوں کو حیران کیا۔

"ممی! سچ میں یہ اپنے بشر نے ہی کہا ہے نا جو اس موضوع سے ہی بدکتا ہے۔۔۔ اس کا مطلب ہے کوئی لڑکی وڑکی کا چکر ہے۔" فیحا آپا نے پہلے حیران ہوتے اور پھر شرارت سے بشر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"بہت عقلمند بنا دیا ہے آپ کو زبیر بھائی نے۔" اس نے انہیں ایک مرتبہ پھر چڑایا اور مسکراتے ہوئے کچن سے باہر چلا گیا جبکہ وہ دونوں کھانا لگانے میں مصروف ہو گئیں۔

☆......☆......☆

وہ جو کھانا کھانے کے بعد فیحا آپا کو اپنے ساتھ واک پر کچھ بتانے کا کہہ کر لے کر آیا تھا۔ اب اسے سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی کہ کیسے بات شروع کرے۔ اتنا تو وہ جانتا تھا کہ اسے اپنی بات

شیئر کرنے کے بعد شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑے گا مگر وہ اپنے فیصلے سے ایک انچ ہٹنا نہیں چاہتا تھا۔

کینٹ کی سڑکوں پر آپا کے ساتھ واک کرتے وہ دماغ میں الفاظ جوڑ رہا تھا۔

''اب بتا بھی چکو بشر، سچ میں کریوسٹی کے مارے برا حال ہے کہ میرے بھائی کو کون پسند آ گیا ہے۔'' شیما آپا کے کہنے پر وہ جیسے اپنی سوچوں سے یکدم باہر آیا۔

''پسند نہیں کہہ سکتے مگر ہاں میں اس سے شادی کرنے کا خواہش مند ہوں۔'' بشر نے بات کا آغاز کیا۔

''میری ہمیشہ سے یہی خواہش رہی ہے کہ میں کسی ایسی لڑکی کے ساتھ شادی کروں جس کی زندگی میں میرے ہونے سے اس کی ذات حقیقت میں مکمل ہو۔ مجھے کبھی بھی کسی پری چہرہ اور مس ورلڈ ٹائپ لڑکی کی تلاش نہیں تھی۔ ہاں مگر ایسی لڑکی کی تلاش ضرور تھی جس کے لیے میں ایک بھرپور سہارا ثابت ہوں۔ چاہے وہ جتنے بھی عام نقوش کی ہو۔ عام سی صورت کی ہو مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا۔'' اس کی بات نے شیما آپا کو الجھا دیا تھا۔

''کہنا کیا چاہ رہے ہو۔'' وہ آخر پوچھ بیٹھیں۔

''آپا ہمارے نبیوں، اصحاب اور ولیوں کی زندگیاں صرف پڑھنے اور ان سے متاثر ہونے کے لیے نہیں ہیں بلکہ وہ اسی لیے ہیں کہ ہم بھی ان پر عمل کریں۔'' مہندی رنگ کی کھدر کی شلوار قمیض پہنے کالی گرم شال کندھوں کے گرد لپیٹے ہاتھ پیچھے باندھے سامنے دیکھتے وہ ان سے مخاطب تھا۔

''دیکھو بشر، تمہیں جو کہنا ہے سیدھے سیدھے بتاؤ، یہ گھما پھرا کر بات مت کرو میں پریشان ہو رہی ہوں، اتنا تو سمجھ گئی ہوں کہ تمہاری پسند بہت تیز ہی ہے۔ اب کس حد تک ہے

یہ تم مجھے بتاؤ گے۔" آپا کی بات پر اس نے مسکراتی نظروں سے انہیں دیکھا۔ وہ ہمیشہ سے ان کے بہت کلوز رہا تھا۔ اپنی ہر پریشانی، زندگی میں لینے والا ہر نیا قدم وہ ان کے علم میں لائے بغیر نہیں اٹھاتا تھا۔ وہ جہاں کہیں بھی ہوتیں وہ ضرور ان سے ہر بات شیئر کرتا تھا تو یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ اپنی زندگی کا فیصلہ کرنے سے پہلے انہیں نہ بتاتا۔

وہ بہت دنوں سے ان سے بات کرنے کا سوچ رہا تھا مگر وقت نہیں مل پا رہا تھا۔ اور اب جب وہ خود اس کے پاس آ گئیں تو وہ یہ موقع گنوانا نہیں چاہتا تھا۔

"میں جس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں وہ میرے آفس میں ہی کام کرتی ہے۔ ڈیوارسڈ ہے آئی تھنک۔ مگر یہ کنفرم ہے کہ دو بچوں کی ماں ہے۔ مگر ایج میں مجھ سے چھوٹی ہے۔ بہت کانفیڈنٹ اور کمپیٹنٹ......"

"ایک منٹ ایک منٹ...... تم...... تم پاگل ہو گیا ہے یا یہ کوئی مذاق ہے۔" آپا نے رک کر اس کو فوراً ٹوکتے ہوئے کہا اور غصے سے اسے دیکھتے ہوئے بولیں۔

"اس میں پاگل پن کی کیا بات ہے۔ کیا جو لڑکیاں دو بچوں بلکہ کئی بچوں کے باپ سے شادی کرتی ہیں وہ پاگل ہوتی ہیں۔ ہمارے معاشرے میں ایسی مثالیں بھری پڑی ہیں جس میں باقاعدہ کنواری لڑکیوں کو فورس کیا جاتا ہے۔ مجبوراً غربت کے باعث ایسا کرتی ہیں کہ ان کے پیچھے بہنوں کی ایک قطار ہوتی ہے۔ یا پھر اچھے رشتے کے انتظار میں جہیز نہ ہونے کی وجہ سے اتنی ایج کی ہو جاتی ہیں جن کے پاس اور کوئی آپشن نہیں ہوتی یا پھر وہ جو اپنی بہنوں کے مرنے کے بعد ان کی نشانی کو سنبھال سکتی ہیں۔ جب وہ سب پاگل نہیں تو ایک مرد جو کنوارا ہے مگر وہ ایک دو بچوں کی ماں سے شادی کر کے اس کی زندگی اور بچوں کو سہارا دینا چاہتا ہے وہ کیوں اور کہاں سے پاگل ہے۔" وہ جب بولنے پر آیا تو پھر بولتا چلا گیا۔ فیحا لاجواب ہو گئی۔

اس کے پاس واقعی ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔

"بشر! میں تمہاری کسی بات کو غلط نہیں کہوں گی مگر یہ سب ٹھیک نہیں۔ تم خود سوچو ہم لوگوں کو کیا کہیں گے اور اول تو میرا اپنا دل اس بات کو نہیں مان رہا۔" عنیقہ نے نفی میں سر ہلاتے گویا اسے اپنا فیصلہ سنایا۔

"یہی بات ہمیں اپنی خوشی سے زیادہ یہ غم ہوتا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے اور ہم لوگوں کو کیا منہ دکھائیں گے۔ ہماری یہی باتیں ہمیں اپنے مذہب سے دور لے آئی ہیں۔ ہم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ہم کیوں اچھائی میں پہل نہ کریں، ہم دنیا کا کیوں انتظار کریں۔" بشر نے انہیں دیکھتے تاسف سے سر ہلایا۔

"کیا وہ بہت خوبصورت ہے۔" عنیقہ نے اب تفتیشی انداز میں پوچھا۔ وہ ان کے سوال پر مسکرایا، آخر تھیں تو بہن یہی سمجھیں کہ کوئی ساحرہ ہے جس نے ان کے بھائی کو پھنسایا ہے۔

"مجھے صرف اتنا پتہ ہے کہ اللہ نے اسے مکمل انسان بنایا ہے۔ وہ اتنی اچھی ہے کہ دل خود بخود اس کی عزت کرنے کو چاہتا ہے اور اس سے آگے میں نے اس کو خوبصورتی والے پیرامیٹر سے نہیں دیکھا۔ میں نہیں جانتا کہ اس کی ناک چھوٹی ہے یا موٹی، اس کی آنکھیں بڑی ہیں یا نارمل، ان کا رنگ کیا ہے۔ میں نے کبھی اسے غور سے دیکھا ہی نہیں بس ایک کشش ہے جو اس کی جانب کھینچتی ہے مگر حد بندی ایسی رکھتی ہے کہ مجھے اس کی جانب دیکھنے نہیں دیتی۔ آپ لوگ دیکھ لیجیے گا نا اب۔" اس نے اپنی نرم نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے سچائی سے بتایا۔

یہ تو وہ جانتی تھیں کہ ان کا بھائی کوئی دل پھینک اور آوارہ مزاج کا نہیں۔ وہ شروع سے ہی ڈفرنٹ تھا۔ چھوٹے ہوتے سے اپنی پاکٹ منی کا ایک حصہ ان بچوں کے لیے رکھتا تھا جو سڑکوں پر چیزیں بیچتے تھے۔ اسی طرح اب جب وہ خود کمانے کے قابل ہوا تھا تو اپنی کمائی کا

ایک حصہ چیریٹی ہوم میں بھجواتا تھا۔
مگر وہ یہ نہیں جانتی تھیں کہ وہ یہ سب کام کرتے اس حد تک چلا جائے گا کہ اپنی زندگی کو اس طرح سے گزارنے کی بات کرے گا۔
"بیشر۔" وہ بے بسی سے بس اتنا ہی کہہ سکیں۔
"پلیز آپا! آپ نے تو مجھے ہر جگہ ہر مقام پر سپورٹ کیا ہے اسی لیے میں نے آپ کو سب سے پہلے اپنا فیصلہ سنایا ہے۔ آئی نو، آپ میری بہت اچھی آپا ہیں، نہ صرف آپ میری بات اور مقصد کو سمجھیں گی بلکہ باقیوں کو بھی منائیں گی۔ میں کسی بھی ان میریڈ لڑکی کے ساتھ عام سی زندگی گزار دوں تو میں نے بھی اوروں کی طرح اس دنیا میں آ کر ایسا کیا کیا جو میری آئندہ کی زندگی کو سنوار دے گا۔ میں عام لوگوں کی طرح زندگی نہیں گزارنا چاہتا۔ ہم اسی وجہ سے اپنے معاشرے میں کوئی تبدیلی نہیں لا پاتے کہ ہم بس سوچتے ہیں کہ لوگ کیا کہیں گے۔ میری زندگی کا مقصد لوگوں کی باتوں پر چلنا نہیں، مجھے یہ سوچنا ہے کہ کیا میں ان راستوں پر چل رہا ہوں جن کا میرے اللہ نے کہا ہے۔ ہم ساری زندگی صرف لوگوں کو خوش کرنے میں گزار دیتے ہیں۔ ایک لمحے کے لیے یہ نہیں سوچتے کہ ہم ایسا کیا کریں کہ اللہ ہم سے خوش ہو جائے۔ میں اپنی زندگی کو ایک مقصد دینا چاہتا ہوں۔ اور کیا ہی اچھا ہو اگر میری زندگی کسی کی عمر بھر کا سہارا بن جائے۔" اس نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے انہیں منانا چاہا۔
"تم ویسے بھی تو اس کی مدد کر سکتے ہو۔ اتنا بڑا اسٹیپ لینا ضروری ہے۔" انہوں نے پھر سے اسے سمجھانا چاہا۔
"آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے۔ مگر اس کے گھر میں اس کے پیرنٹس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ اور وہ بھی کتنا عرصہ اس کے ساتھ رہ پائیں گے پھر وہ اکیلی اس معاشرے میں

کیسے سروائیو کرے گی۔" یشر تو لگتا تھا ان کی ہر بات کا جواب پہلے سے سوچ چکا ہے۔

"یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟" انہوں نے پھر بے یقینی سے اس سے پوچھا۔

"جی۔" اس نے بھی ان کی کیفیت سمجھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"ٹھیک ہے، میں تمہاری سچائی دیکھتے تمہاری مدد کرنے کا وعدہ کرتی ہوں مگر پہلے تم یہ کلیئر کرو کہ یہ سب وقتی ہمدردی نہیں۔ کیونکہ کل کو یہ نہ ہو تمہیں اس نیکی پر پچھتاوا ہو۔ تمہارا تو کچھ نہیں جائے گا وہ لڑکی اور اس کے بچے رل جائیں گے۔" انہوں نے جانچتی نظروں سے اسے دیکھتے پوچھا۔

"یہ ایک دو لمحے کا فیصلہ نہیں میں نہیں جانتا کہ کیسے مگر اس کے آفس جوائن کرنے کے کچھ ہی دنوں بعد جب ایک دفعہ آپ نے مجھ سے فون پر شادی کرنے کی بات کی تھی میرے سامنے اس کا سراپا آیا اور پھر یہ خیال اتنا مضبوط ہوتا چلا گیا کہ میں نے ہر لحاظ سے خود کو اس فیصلے کے فائدے اور نقصان بتائے اور پھر بھی جب دل نے یہی ایک فیصلہ سنایا تو میں نے اللہ سے مدد مانگی کہ اگر میرا اسے اپنانا اس کے لیے نقصان کا باعث ہے تو میرا دل اس کی جانب سے پھیر دے مگر اللہ بھی شاید مجھ سے بھلائی کروانا چاہتا ہے۔ میں اس کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے اس اچھے کام کے لیے چنا۔ میں کوئی بہت اچھا مسلمان نہیں مگر میں نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ کوئی ایسا کام نہ کروں جس سے اللہ کی ناراضگی مول لوں۔ امید ہے اس سب کے بعد آپ کو میری سچائی اور اس فیصلے کی مضبوطی پر یقین آ جائے گا۔" اس کا دھیما مگر پر اثر لہجہ انہیں اس پر یقین کرنے پر مجبور کر گیا۔

"میں دعا کروں گی کہ اللہ نے اگر اتنی پیاری سوچ تمہارے دل میں ڈالی ہے تو تمام عمر اسے نبھانے کی توفیق دے۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے فخر سے اس کی جانب دیکھتے اس

کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں مضبوطی سے تھامتے اس کا ساتھ دینے کا یقین دلایا۔
"تھینک یو۔" اس نے دوسرے ہاتھ سے انھیں اپنے قریب کرتے ان کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور واپسی کے لیے قدم بڑھا دیے۔

☆......☆......☆

"تم بھی پاگل ہو گئی ہو کیا اس کے ساتھ۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔" جس کا ڈر تھا وہی ہوا فریحہ بیگم تو بشر کی خواہش سنتے ہی ہتھے سے اکھڑ گئیں۔
"ممی پلیز، ہمیں تو اس کی اتنی اچھی سوچ پر فخر کرنا چاہیے۔" فیچا نے ماں کو سمجھانے کی کوشش کی۔
"اب تم بھی اسی کی زبان بولو۔ اسی لیے وہ اپنی ہر بات تمھیں بتاتا ہے کہ تم بے وقوف بن جاتی ہو۔ اور ہے کون وہ کل ہی میں اس کے آفس جا کر دماغ ٹھکانے لگاتی ہوں اس لڑکی کا۔ غضب خدا کا میرا معصوم بچہ ہی ملا تھا اس دو بچوں کی ماں کو پھنسانے کے لیے۔ شرم نہیں آئی اسے۔" وہ تو کچھ سننے کو تیار نہیں تھیں۔
"پلیز ممی، کسی پر اس طرح الزام مت لگائیں۔ وہ تو جانتی بھی نہیں کہ بشر اس کے بارے میں کیا سوچ بیٹھا ہے۔ اور آپ کو پتہ ہے بغیر جانے اس طرح کسی پر الزام لگانا بہتان ہے۔ یہ گناہ مت کریں ممی۔" اس نے کانپ کر ماں کو دیکھتے ہوئے ٹوکا۔
"ہاں، یہ بھی بشر نے تمھیں بتایا ہو گا۔ اس نے کہا اور تم نے یقین کر لیا۔ تم بہت بھولی ہو فیچا، یہ آفسوں میں کام کرنے والی ایسی ہی ہوتی ہیں۔" انہوں نے فیچا کے قریب بیٹھتے ہوئے پیار سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا جو صوفے پر بیٹھی تھی۔
"پلیز ممی، آپ کی بھی ایک بیٹی ہے، کسی کی بیٹی کے متعلق ایسے مت کہیں۔" اس نے پھر

خوفزدہ نظروں سے دیکھتے انہیں غلط بات بولنے سے منع کیا۔

"آئے ہائے! میں خود بیشر سے بات کرتی ہوں۔ تم دونوں مل کر میرا دماغ خراب کر دو گے۔" انہوں نے ماتھے پر ہاتھ مارتے فیحا کی باتوں پر زچ ہوتے ہوئے کہا۔

☆......☆......☆

"السلام علیکم! ڈیڈی کیسے ہیں آپ۔" وہ جو ابھی آفس کا کام کر کے فارغ ہوا تھا اور ریلیکس ہونے کے لیے بیڈ پر بیٹھا سامنے دیوار میں نصب ایل سی ڈی پر کوئی نیوز چینل دیکھ رہا تھا مگر دھیان سارا گھر کے کشیدہ ماحول کی جانب تھا۔ ممی نے اس سے بات چیت بند کی ہوئی تھی۔ فیحا اسے ممی کی مخالفت کا بتا چکی تھی۔ اب اسے شہاب صاحب سے بات کرنی تھی وہ جانتا تھا کہ ممی کی نسبت اس کے ڈیڈی اس کی بات زیادہ جلدی سمجھ جائیں گے۔

ابھی وہ انہیں فون کرنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ ان کا فون آ گیا۔

"وعلیکم السلام! ہاں بھئی برخوردار یہ کیا سن رہا ہوں میں۔ کون سا بخار چڑھا ہے تمہیں؟" شہاب نے بڑے پر مزاح انداز میں بات شروع کی۔ شام میں ہی فریدہ بیگم نے فون کر کے بیشر کی کلاس لینے کا کہا تھا۔

ٹھنڈے مزاج والی عادت بیشر کو انہی سے ورثے میں ملی تھی۔ وہ کبھی بھی یک طرفہ بات سن کر بھڑکتے نہیں تھے۔ بلکہ دونوں جانب کی بات سنتے تھے اور پھر کوئی فیصلہ کرتے تھے۔

بیشر نے وہی سب دہرایا جو وہ فیحا آپا سے کہہ چکا تھا۔

"ہمم۔" انہوں نے ساری بات سن کر ہنکارا بھرا۔

"تم جانتے ہو کہ میں نے کبھی تمہارے کسی اچھے فیصلے کی مخالفت نہیں کی۔ اس کے لیے چاہے تمہاری ماں سے کچھ بھی سننا پڑے۔ مجھے فخر ہے کہ تم میری اولاد ہو۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ

تمہیں اس فیصلے میں ثابت قدمی دے۔ بے شک یہ مشکل فیصلہ ہے مگر میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میں کل ہی آ کر تمہاری ماں کو ہینڈل کرتا ہوں۔ تم پریشان نہیں ہو۔" انہوں نے ہر طرح سے اسے تسلی دلائی۔

"تھینک یو سو مچ ڈیڈی۔" اس نے تشکر سے کہا۔

☆......☆......☆

وہ نہیں جانتا تھا کیسے مگر اگلے دن ڈیڈی نے آ کر ممی کو اس رشتے کے لیے منا لیا تھا۔ اور اسی شام وہ لوگ عزہ کے گھر رشتہ لے کر بھی پہنچ گئے۔ انہیں یشر ہی چھوڑنے گیا تھا کیونکہ ان کے گھر کا راستہ وہی جانتا تھا۔ ممی اگر بہت خوش نہیں تھیں تو بہت ناراض بھی نہیں تھیں۔

شہاب صاحب نے انہیں صرف اتنا کہا تھا: "یشر اتنا بڑا ہو چکا ہے کہ اگر وہ اس لڑکی سے خود نکاح کر لے تو میں اور تم اسے کچھ نہیں کہہ سکتے نابالغ نہیں ہے وہ۔ کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں کہ اس نے صرف ہمیں اپنی پسند بتا کر اسے دیکھ کر آنے اور رشتے کی بات کہنے کا کہا ہے۔ تم اور میں جانتے ہیں کہ اس نے آج تک اور لڑکوں کی طرح کبھی کسی غلط کام میں دلچسپی نہیں لی۔ وہ ایسے ماحول سے بھی پڑھ کر واپس ہمارے پاس آ گیا جہاں لڑکے جب اتنی چھوٹی عمر میں جاتے ہیں تو وہاں کی بے حیائی دیکھ کر ویسے ہی ان کی آنکھیں پھٹ جاتی ہیں۔ اس نے وہاں بھی صاف ستھری زندگی گزاری ہے۔ تو اب بھی وہ کسی غلط لڑکی کے پیچھے نہیں لگا۔ وہ کسی طوائف کو پسند کر کے اس سے شادی کر لیتا تو کیا تم کچھ کر سکتی تھیں تب۔ اس نے تو پھر ایک شریف اور عزت دار لڑکی سے شادی کی خواہش ظاہر کی ہے۔ دل بڑا کرو اور اس کے فیصلے کو سراہو۔" بس ان باتوں کے بعد وہ خاموشی سے چل پڑیں۔

ان کے گھر کے آگے اتار کر یشر کچھ دیر بعد آنے کا کہہ کر چلا گیا۔ اب اسے عزہ کی ٹینشن

شروع ہو گئی تھی، نہ جانے اس کا کیا ری ایکشن ہو گا۔ ان کے درمیان تو کبھی بے تکلفانہ گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ تو پھر یہ شادی جیسی بات...... یسریٰ نے سب اللہ پر چھوڑ دیا۔ جس نے اس کے دل میں یہ خیال ڈالا تھا۔

☆......☆......☆

"عزہ بیٹا! تمہارے باس کے والدین اور بہن آئے ہیں۔" عطیہ بیگم گھبرائی ہوئیں عزہ کے کمرے میں پہنچیں جہاں وہ کچھ دیر پہلے ہی آفس سے واپس آ کر بچوں کے ساتھ لیپ ٹاپ پر کارٹون موویز لگا کر بیٹھی تھی۔

"میرے باس کے۔ کوئی اور ہو گا امی، وہ کیوں آئیں گے بھلا یہاں۔" اس نے ہنستے ہوئے انہیں ٹالا۔

"تمہارے باس کا نام یسر نہیں۔" اب کے عطیہ بیگم کو اپنی بات ان سنی کیے جانے پر غصہ آیا۔

"وہ تو ہے مگر وہ یہاں کیوں آئے ہیں۔ سر بھی ہیں کیا ساتھ۔" اب کی بار وہ حیرانگی اور پریشانی سے بیڈ سے اٹھی اور ماں کے پاس کھڑی ہوئی۔

"نہیں، تمہارا باس تو نہیں ہے۔ تم آ کر مل لو اور چائے پانی کا بھی کوئی بندوبست کرو۔" وہ لوگ بہت امیر نہیں تو بہت غریب بھی نہیں تھے۔ اچھا رہن سہن تھا۔ عزہ الجھی ہوئی تیزی سے کچن کی جانب آئی۔ گلاسوں میں جوس نکالا اور ڈرائنگ روم کی جانب بڑھی۔ اندر داخل ہو کر سلام کرنے پر ان تینوں کی نظریں اس کی جانب اٹھیں اور حقیقت میں ساکت رہ گئیں۔

پنک اور موو کلر کے سوٹ میں موو ہی کلر کی شال سر پر لپیٹے وہ ٹرے ہاتھوں میں لیے اپنی خوبصورتی سے انہیں متاثر کر گئی تھی۔ دو بچوں کی ماں کے حساب سے تو وہ اسے تھوڑا ایج کا سمجھے تھے مگر اس کا کامنی سراپا۔ وہ تینوں ایک دوسرے کی جانب دیکھ کر اسے اوکے کر چکے

تھے۔ عزہ انہیں سلام کر کے جوس کے گلاس پکڑا کر واپس جا چکی تھی۔ اس کے باہر جاتے ہی فیحا نے انہیں اپنی آمد کا مقصد بتایا اور یہ کہ فیحا کچھ دن پہلے بشر کے آفس گئی تھی اور وہیں وہ اسے بہت پسند آئی۔

"آنٹی! ہم جانتے ہیں کہ عزہ کے دو بچے ہیں مگر ہمیں اور بشر کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ہم انہیں بھی اپنے بچوں کی طرح رکھیں گے۔ بس آپ ہمارے بشر کے بارے میں ضرور سوچیے گا۔ آپ لوگ بھی جب چاہے ہمارے گھر آ کر بشر کو دیکھیں، اس کے بارے میں پتہ کروائیں، مگر ہم اس امید کے ساتھ آئے ہیں کہ جواب ہمیں ہاں میں ہی ملے گا۔"

فیحا نے جس خوبصورتی سے بات کی تھی شہاب صاحب بھی قائل ہو گئے تھے۔ بشر کی براہِ راست پسند کے بارے میں نہ بتا کر اس نے ان سب کی عزت رکھی تھی کیونکہ کوئی بھی ماں باپ یہ پسند نہیں کرتے کہ کوئی ان کی بیٹی کے لیے رشتہ لینے آئے اور یہ کہے کہ ہمارا بیٹا آپ کی بیٹی کو پسند کرتا ہے۔ عزت دار لوگوں میں یہ بات معیوب سمجھی جاتی ہے۔

علیہ بیگم اور فرحان صاحب تو ان کا عندیہ سن کر ششدر ہی رہ گئے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اتنے اچھے اور اونچے گھرانے سے عزہ کا رشتہ آئے گا۔ کچھ دیر بعد جب وہ لوگ چائے پی کر اٹھے تب بشر انہیں لینے آ گیا۔

عزہ اب تک ان کے آنے کے مقصد سے انجان تھی۔ وہ لوگ بھی ادھر ادھر کی عام باتیں کرتے رہے۔ سعد اور ہادی سے بھی بشر کے گھر والے ملے۔

بشر کی گاڑی جیسے ہی باہر آئی عزہ کے والد اسے خود اندر لانے گئے۔

اندر آ کر ماحول تو اسے خوشگوار ہی لگا۔ اس نے علیہ بیگم سے جھک کر سلام لیا۔ وہ لوگ اتنے خوبرو اور مہذب لڑکے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ بشر نے سلام کے بعد عزہ پر نظر نہیں

ڈالی جبکہ سعد اور ہادی سے وہ دوستی کرنے میں مصروف تھا۔
عزہ جیسے ہی چائے کے لیے اٹھنے لگی۔ بیثر نے سہولت سے انکار کر کے اٹھنے کا ارادہ کیا۔ اور پھر ان سے مل کر وہ لوگ واپسی کے لیے نکل آئے۔

☆......☆......☆

"یہ لوگ کیوں آئے تھے؟" اپنے ماں باپ کے چہروں کی چمک دیکھ کر اس کے دل میں جو خدشہ پیدا ہوا تھا وہ اسے بڑے زور و شور سے جھٹلا رہی تھی۔ بچوں کو واپس کمرے میں بھیج کر وہ ان کے ساتھ لاؤنج میں آتے ہوئے تفتیشی انداز میں بولی۔
"اللہ نے ہماری سن لی۔ وہ لوگ تمہارا رشتہ بیثر کے لیے لے کر آئے تھے۔ اس کی بہن کچھ دن پہلے تمہارے آفس آئی تھی نا، بس وہیں تمہیں دیکھ کر اس نے تمہیں پسند کر لیا اور انہیں خاص طور پر لڑکے کو بچوں پر بھی کوئی اعتراض نہیں۔"
وہ حیرت کی تصویر بنی اپنے شک کو حقیقت کا روپ دھارتے سن اور دیکھ رہی تھی۔ کب اور کس وقت اس کی بہن آئی تھی۔ وہ تو اسی ایک بات میں اٹک گئی تھی۔
"دیکھو عزہ، تم نے کچھ دن پہلے ہی کہا تھا نا کہ اگر کوئی تمہیں بچوں سمیت قبول کرے گا تو تم انکار نہیں کرو گی۔ دیکھو انہیں اب کوئی اعتراض نہیں تو تم نے بھی کوئی اعتراض نہیں اٹھانا۔ ہم کل پرسوں ان کی طرف جا کر ہاں میں جواب دے دیں گے۔ آگے ہی بہت دیر ہو گئی ہے۔ اب ہم......"
"پلیز امی بس کریں مجھے کچھ سوچنے دیں۔" وہ جو کب سے انہیں سنے جا رہی تھی آخر پھٹ پڑی۔ وہ جو یہ سوچے بیٹھی تھی کہ اس کی ایسی شرط رکھنے کے بعد کوئی اسے قبول نہیں کرے گا بے خبر تھی کہ اللہ تو ایسی ایسی جگہ سے رستے نکال دیتا ہے جہاں انسان کی سوچ بھی

نہیں جا سکتی۔ وہ اپنے غصے اور جھنجلاہٹ کو کنٹرول کرتی وہاں سے تیزی سے نکل کر اپنے کمرے کی جانب چل پڑی۔

"عزہ۔۔۔عزہ۔"

"ارے مت چھیڑو ابھی اسے۔ ذرا سوچنے دو۔" فرحان صاحب نے عطیہ بیگم کو ٹوکا جو عزہ کو آوازیں دے رہی تھیں۔

"اب پچھلا اور ہی نہ الٹا کام کر دے۔" وہ اس کے تیز مزاج سے واقف تھیں۔

"کچھ نہیں ہوتا اللہ بہتر کرے گا پریشان نہ ہو۔" انہوں نے عطیہ بیگم کو تسلی دی۔

☆......☆......☆

اگلے دن جیسے ہی وہ آفس پہنچی سحر سے بشر کی موجودگی کی تصدیق کی۔

"سر سے کہو مجھے انہیں ضروری یہ فائل دکھانی ہے اگر وہ فری ہیں تو میں چلی جاؤں ان کے روم میں۔" سنجیدگی سے اس نے سحر سے کہہ کر اندر جانے کا بہانا ڈھونڈا۔

ریزیگنیشن لیٹر ساتھ لائی تھی اور اسے بشر کو دینے سے پہلے وہ اس کی طبیعت اچھی طرح صاف کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ جس نے عزہ کے ارادوں پر پانی پھیر دیا تھا۔

"ہیلو سر! عزہ کوئی فائل دکھانا چاہتی ہے، آپ فری ہیں تو اسے بھیج دوں۔" دوسری جانب کی بات سن کر اس نے اوکے کر کے فون بند کر دیا۔

"جاؤ۔" سحر کے کہتے ساتھ ہی عزہ تیزی سے اندر کی جانب بڑھی۔ ناک کر کے اجازت ملتے ہی وہ اندر آئی۔ شر ربار نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔ جو بظاہر کام کرتا لیپ ٹاپ کی جانب متوجہ تھا۔

وہ جانتا تو تھا کہ عزہ کچھ نہ کچھ کہے گی مگر صبح آتے ساتھ ہی وہ اس کے روم میں پہنچ جائے

گی یہ وہ نہیں جانتا تھا۔

"بیٹھیں پلیز۔" وہ جو اس کی ٹیبل کے پاس آ کر کھڑی ہوئی تھی۔ بشر نے اسے اپنی جگہ پر بیٹھے دیکھ کر کہا۔

"میں یہاں بیٹھنے نہیں آئی بلکہ اپنا ریزائن دینے آئی ہوں مگر پہلے یہ پوچھنا ضروری سمجھوں گی کہ ایک دو بچوں کی ماں سے عشق کرنے کی حماقت آپ کیوں کر بیٹھے ہیں۔ اور کیا سوچ کر مدر ٹریسا بننے چلے ہیں۔"

اس کی بات پر بشر نے مسکراتے ہوئے لیپ ٹاپ بند کر کے شاید پہلی مرتبہ اسے دیکھا مگر ابھی بھی سرسری نظر ڈالی کیونکہ اس کے نزدیک ابھی وہ اسے دیکھنے کا حق نہیں رکھتا تھا لہٰذا اپنی نامحرم نظروں سے اس کے چہرے کو آلودہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بس ایک نظر اس کے غصیلے چہرے پر ڈال کر ہٹالی اور پیپر ویٹ کو گھمانے لگا۔

"اول تو میں لڑکی نہیں جو مدر ٹریسا بن جاؤں گا۔ دوسری بات آپ کو کس نے کہا مجھے آپ سے عشق ہوا ہے۔"

اس کی بات نے عزہ کو ایک لمحے کے لیے خفت زدہ کر دیا تھا۔

"تو پھر آپ کی بہن نے یہ جھوٹ کیوں بولا۔ میں نے تو انہیں کبھی آفس آتے نہیں دیکھا۔ تو پھر یہ پرپوزل کس نے بھیجا، کیا خواب میں انہوں نے مجھے دیکھا تھا؟" اس کی طنزیہ بات پر وہ جو سنجیدہ ہو چکا تھا پھر سے زیر لب مسکرایا۔

"نہیں ابھی وہ اتنی اللہ والی نہیں ہوئیں کہ خواب میں ایسی چیزیں دیکھیں۔ ہاں یہ پرپوزل میں نے ہی بھیجا ہے مگر کسی بھی غلط غرض کے بغیر۔ بس میں اتنا جانتا ہوں کہ میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ ہاں یا ناں کا حق آپ رکھتی ہیں۔ کین آئی سی یور ریزیگنیشن لیٹر۔"

نظریں اس سے ملائے بغیر وہ ایسے بات کر رہا تھا جیسے اس سے کسی پروجیکٹ کو ڈسکس کر رہا ہو۔ وہ جو اس کے چودہ طبق روشن کرنے آئی تھی جو یہ سوچے بیٹھی تھی کہ وہ اس کے پیار میں شاید گوڈے گوڈے ڈوبا ہوا ہوگا اور وہ اسے اچھی خاصی سنا کر اس کے سر سے عشق کا بھوت اتارے گی ایسی کسی سچویشن کا سامنا نہ ہونے پر اچھا خاصا جھنجلا گئی۔

اسی جھنجلاہٹ میں ریزیگنیشن اس کی جانب بڑھایا۔ اس نے تھامتے ہوئے کھول کر پڑھا پھر ٹیبل کی دراز میں ڈال دیا۔

"اگر ویسا ہو جاتا ہے جیسا میں نے سوچا ہے تو او یو سلی میں آپ کو جاب تو کرنے نہیں دوں گا۔ دوسری صورت میں آپ یہاں جاب جاری رکھ سکتی ہیں جب تک آپ چاہیں۔ فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔" اس نے ٹھنڈے مگر نرم لہجے میں کہا۔

عزہ کوئی بھی جواب دیے بنا خاموشی سے چلی گئی۔ بشر نے بھی خاموشی سے لیپ ٹاپ دوبارہ آن کیا۔

☆......☆......☆

"اب تم کیا چاہتی ہو؟" سحر جو نہ صرف اس کی بہت اچھی دوست تھی بلکہ اس کے ہر دکھ درد سے واقف تھی۔

"میں تو کنفیوز ہو کر رہ گئی ہوں۔ انہوں نے بات ہی ایسے کی کہ نہ میں کوئی اور سوال نکال سکی اور نہ کچھ اور کہہ سکی۔" اس نے افسوس سے کہا۔

"تو تمہارے خیال میں وہ لمبے سے عشقیہ ڈائیلاگز بولتے۔ اپنی محبت کے واسطے دیتے، اپنے عشق کی داستان سنا کر پھر تمہیں پرپوز کرتے۔" سحر نے اسے بھرپور تاڑا۔

"نہیں پاگل مگر آخر وہ کس وجہ سے مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ جنہوں نے کبھی آفس

کی باتوں کے علاوہ مجھ سے بات تک نہیں کی۔ کبھی ایک غیر ارادی نظر کے علاوہ دوسری نظر مجھ پر نہیں ڈالی، انہوں نے اتنا بڑا فیصلہ کیسے کرلیا، چلو میں کنواری ہوتی تو کوئی بات بھی تھی، میرے دو بچوں کو وہ قبول کرنے پہ تیار ہیں تو کیا یہ سب باتیں الجھانے کے لیے کافی نہیں۔"
اس نے اب کی بار تفصیل سے اپنی سوچوں کو شیئر کیا۔
"تو میری جان اس کے لیے تم ان سے شادی کرلو سب پتہ چل جائے گا۔ بے وقوف، وہ کوئی ٹین ایجر ہیں جو تمہارے پیچھے گانے گا کے تمہیں اپنی محبت کا یقین دلائیں گے۔ بہت سے لوگ اتنے پریکٹیکل اور میچورڈ ہوتے ہیں کہ ہر ایک کے سامنے خود کو ایکسپوز نہیں کرتے اور تمہارا اور ان کا تو ابھی کوئی رشتہ ہی نہیں بنا۔ دیکھو تم خود چاہتی تھیں کہ تم ایسی جگہ شادی کروگی جہاں کوئی تمہیں تمہارے بچوں کے ساتھ قبول کرے، اب جب وہ تیار ہیں تو تمہیں کیا اعتراض ہے؟" سحر نے اسے رسان سے سمجھایا۔
"اف، تم میری بات نہیں سمجھ رہی۔ بلکہ کوئی بھی نہیں سمجھ رہا۔ ایسا لگتا ہے انہیں کسی نے خواب میں کہا جاؤ اس لڑکی سے شادی کرلو اور وہ رشتہ لیے میرے گھر آگئے۔ اگر ان کے دل میں ایسی کوئی بات تھی تو مجھے کیوں نہیں محسوس ہوئی۔"
"تم اپنے ساتھ ساتھ مجھے بھی پاگل کردوگی۔ یہ شکر نہیں کرتیں کہ اگر کسی بندے کو تم بالفرض پسند آبھی گئی ہو تو وہ مہذب طریقے سے تمہارے گھر رشتہ لے آیا ہے۔ اگر وہ تمہیں پہلے اپنی پسند کا بتاتے تو مجھے یقین ہے کہ اگر اب تم ان کے بارے میں سوچ بھی رہی ہو تو تب تم نے سیدھا ان کے منہ پر انکار مارنا تھا۔ دوسری بات یہ کہ اللہ نے جن کے نصیب جہاں لکھے ہوتے ہیں وہ وہاں پہنچ کر رہتے ہیں۔ اب انہیں ایک رات میں تمہارا خیال آیا یا دس راتوں میں یہ بھی اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ میری مانو سب اللہ پر چھوڑ کر اس رشتے کے لیے ہاں

بھرلو۔ انکل آنٹی جتنا تمہارے لیے پریشان ہیں تم اس بات کو سیریس نہیں لے رہی ہو۔ اپنا نہ سہی اپنے بچوں کا سوچو، اکیلی رہ گئیں تو کیسے ان کا سہارا بنو گی۔ ابھی تو تم جاب پر ہوتی ہو تو آنٹی انکل انہیں سنبھالتے ہیں، کل کو جاب کرو گی یا انہیں دیکھو گی۔"

"اب میں غیروں کے پیسوں پر اپنے بچوں کو پالوں گی۔"

"تمہاری احمق سوچ تمہیں نہیں مگر تمہارے بچوں کو ضرور نقصان پہنچائے گی۔ عقل بند لڑکی! جب وہ منہ سے کہہ رہے ہیں کہ وہ تم سب کی ذمہ داری اٹھائیں گے تو تمہیں کیا پرابلم ہے؟"

سحر کا دل کیا پایا تو اپنا یا حمزہ کا سر دیوار میں مار دے جس کی سوئی نجانے کہاں اٹکی ہوئی تھی۔

"یار! تم گھر جا کر استخارہ کرو اگر وہ تمہارے لیے اور تمہارے بچوں کے لیے ٹھیک نہ ہوئے تو یقیناً اللہ تمہاری رہنمائی کر دیں گے۔ سب کچھ اللہ پر چھوڑ کر صرف یہ سوچو، یہ موقع تمہیں دوبارہ نہیں ملے گا۔ جہاں کوئی خلوص سے تمہاری ذمہ داریاں نبھانے کا خواہشمند ہے۔" سحر کی بات اس کے دل کو لگی۔

☆......☆......☆

"آخر اب تم ہمیں کوئی جواب دو گی یا پھر ہم اپنا فیصلہ کریں۔"

علیہ بیگم جو کچھ دیر پہلے ہی فرحان صاحب کے ساتھ جا کر بشریٰ کے گھر اس سے ملنے گئی تھیں۔ واپس آ کر حمزہ کے سر ہو گئیں۔

"مجھ سے پوچھ کر گئی تھیں آپ؟" وہ ناراضگی سے بولی۔

"تو تم نے کیا ساتھ جانا تھا؟" وہ بھی اسی کی ماں تھیں اسے ہینڈل کرنا آتا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے آپ کو، یہ تھوڑی کہا ہے۔" وہ دونوں اس وقت لاؤنج میں آمنے سامنے بیٹھیں بحث و تکرار کر رہی تھیں۔ فرحان صاحب دونوں بچوں کو لے کر قریبی پارک گئے ہوئے

تھے۔ دونوں جڑواں تھے اور چھ سال کے تھے۔ سکول جاتے تھے۔

"تو پھر کیا کہنا چاہ رہی ہو۔ دیکھو عزہ! تمہاری احمقانہ باتوں میں پڑ کر اب میں اتنا اچھا رشتہ نہیں چھوڑ سکتی۔ ویسے بھی میں رات کو استخارہ کر کے ہی آج اسے دیکھنے گئی تھی۔ اور اسے دیکھنے اور ملنے کے بعد مجھے جتنا اطمینان ہوا ہے تو مجھے یقین آ گیا ہے کہ یہ لڑکا تمہارے اور بچوں کے لیے بہت اچھا ثابت ہوگا۔ جتنی محبت سے وہ آج دونوں بچوں کا ذکر کر رہا تھا میں تمہیں بتا نہیں سکتی۔" وہ تو بس بشر کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہی تھیں۔ عزہ کو تو ایسا ہی لگا۔ اس نے کوئی توجہ نہ دی۔

"جن بچوں کے لیے تم نے یہ شرط رکھی تھی میں انہی کا واسطہ دیتی ہوں کہ تم اب اس رشتے سے انکار نہ کرو۔" انہوں نے اب کی بار یہ آخری حربہ استعمال کیا۔

"کیا ہو گیا ہے امی، ایسے تو مت کہیں۔" اب کی بار وہ تڑپ اٹھی۔

"ٹھیک ہے آپ انہیں ہاں کہہ دیں مگر سعد اور ہادی اسی دن میرے ساتھ یہاں سے جائیں گے جس دن میں رخصت ہوں گی۔ مجھے کچھ دن بعد انہیں ساتھ لے جانے والی کہانی مت سنائیے گا۔ اور کوئی ہنگامہ نہ ادھر سے ہوگا نہ ان کی جانب سے۔ بہت سادگی سے نکاح ہو گا۔" اس نے ان کی بات مانتے اپنی کچھ اور شرطیں رکھیں۔

اور اس کے ہاں کرتے تو ایسے لگا دونوں طرف کی پارٹیاں اسی انتظار میں تھیں پندرہ دن کے اندر اندر سب تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ بشر نے جہیز کے نام پر کچھ بھی لینے سے صاف انکار کر دیا تھا۔

نکاح میں عزہ کی جانب سے کوئی خاص مہمان نہیں تھے۔ جبکہ بشر کی جانب سے بھی ان کے گھروں کے سربراہان ہی آئے تھے۔

عزہ نے بہت ہلکے سے کام والی آف وائٹ شرٹ اور ٹراؤزر پہن رکھا تھا جس کے بارڈر پر بلیو پٹی لگی ہوئی تھی۔زیور کے نام پر گلے میں چین اور کانوں میں چھوٹے سے ٹاپس تھے۔ ہاتھوں میں بشریٰ کی امی نے کڑے پہنائے تھے۔سحر نے ہی اسے تھوڑا بہت تیار کیا تھا مگر وہ اتنی سی تیاری کے ساتھ بھی بے حد خوبصورت لگ رہی تھی، جبکہ بشر نے آف وائٹ شلوار قمیض کے اوپر بلیک واسکٹ پہنی ہوئی تھی۔

نہ کوئی مہندی ہوئی تھی اور نہ ہی کوئی اور ہنگامہ۔نکاح کرتے ساتھ ہی رخصتی ہو گئی تھی۔عزہ صرف آنے والے وقت کی سوچ میں تھی۔ایک اطمینان یہ تھا کہ بچے اس کے ساتھ جا رہے تھے۔اور اسی گاڑی میں تھے جس میں عزہ تھی۔

"ممی! آج آپ کتنی کیوٹ لگ رہی ہیں فیری کے جیسے ہے ناں ہادی۔" وہ دونوں بار بار ماں کو حیرت سے دیکھ رہے تھے اور خوش بھی ہو رہے تھے۔بشر بابا سے ان کی بہت دوستی ہو گئی تھی۔نانو نے انہیں بتایا تھا کہ اب وہ ان کے بابا ہیں اور وہ اب ان کے ساتھ، ان کے گھر رہیں گے۔عزہ نہیں جانتی تھی کہ ماں نے بچوں کی کیا برین واشنگ کی ہے۔

جیسے ہی وہ لوگ بشر کے گھر پہنچے تو اس کا شاندار گھر دیکھ کر ایکسائیٹڈ ہوئے جا رہے تھے۔ عزہ نے جیسے ہی گاڑی سے اتر کر اندر قدم رکھا پھولوں کی پتیوں سے اس کا استقبال کیا گیا، جس پر اس نے دل میں ناگواری محسوس کی۔

نیلم آپا اور بھابی اسے بہت پیار سے تھامے لاؤنج میں لے کر آئیں، جبکہ بچے دونوں بشر کے ساتھ ساتھ تھے۔

"اچھا مجھے یہ بتائیں کہ رات کو آپ میں سے کون کون دودھ پیتا ہے۔" وہ دونوں کو اپنی ایک ایک ٹانگ پر بٹھائے عزہ کے سامنے والے صوفے پر بیٹھا تھا۔

سب دونوں بچوں کی باتوں سے محظوظ ہو رہے تھے۔ سب نے انہیں بہت پیار دیا تھا۔ اور انہیں اتنے ہی پیار سے قبول کیا تھا مگر عزہ کو یہ خلوص دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا کہ بشر اس کے بچوں کو سیڑھی بنا کر اس تک پہنچے گا۔ اور وہ اسے اس سازش میں کامیاب نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔ وہ یہ تعلق ہمیشہ نبھانے کے لیے نہیں آئی تھی۔ وہ اسے اب اتنا زچ کرے گی کہ بشر خود ہی کوئی اور راہ نکالے۔ جبکہ بشر اس کے ارادوں سے بے نیاز بچوں کی باتوں میں مگن تھا۔

"ہم دونوں پیتے ہیں اور آپ کو پتہ ہے بشر بابا، ممی کہتی ہیں کہ دودھ پیو گے تو سب سے زیادہ پاور فل ہو جاؤ گے، اتنے جتنا سپائیڈر مین۔" سعد نے بڑے جوش سے بتایا۔

"واؤ آپ کی ممی تو بالکل ٹھیک کہتی ہیں۔" اس نے سعد کی ممی کی سوچ کو سراہا جبکہ وہ اسے بشر بابا بلانے پر حیرت زدہ رہ گئی۔

"چلو بھئی بچو اب لیٹنے کی تیاری کرو، کل پھر ریسیپشن کی تیاری کرنی ہے۔" فریحہ بیگم نے سب کو وقت کی نزاکت کا احساس دلایا۔

"واؤ ہمارا روم کون سا ہے۔" عزہ کو تو آج شاکس پر شاکس مل رہے تھے۔ اس کے بچوں کو کب اور کس نے ان رشتوں کے بارے میں بریف کیا تھا، وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔ پھر سب سے پہلا شک بشر پر ہی گیا۔

اور یہ بچے روم کی بات کیوں کر رہے ہیں، وہ تو کبھی میرے بغیر نہیں سوئے تو یہ روم کا کس نے کہا ان سے۔ اسے لگا وہ پہلے دن بلکہ اپنی شادی کی اس پہلی رات ہی پاگل ہو جائے گی۔

"ارے میری جان آؤ، میں تمہیں تمہارا روم دکھاتی ہوں۔ تمہارے بشر بابا نے بہت خوبصورت ڈیکوریٹ کروایا ہے تم لوگوں کے لیے۔" فریحہ بیگم بشر کے قریب جاتے ان

دونوں کے ہاتھ تھامے ایک کمرے کی جانب چل پڑیں۔

"آؤ عزہ۔" قریحہ آپا اور تحریم بھابھی اسے تھام کر پیٹر کے روم میں لے آئیں۔

جہازی سائز بیڈ کمرے کے وسط میں تھا۔ اس کے بالکل سامنے دیوار پر ایل ای ڈی نصب تھی جس کے نیچے بلیک کلر کا بہت خوبصورت بک ریک بنایا گیا تھا۔ بیڈ کے بائیں جانب چھوٹی سی راہداری تھی جس میں الماریاں بنی ہوئی تھیں۔ یہیں چھوٹا سا ڈریسنگ روم اور آخر میں واش روم کا دروازہ تھا۔ کمرے میں کوئی اضافی سامان اور فرنیچر نہیں تھا۔

بیڈ کے سائیڈ ٹیبلو کے ساتھ ایک کونے میں دیوار کے ساتھ بہت خوبصورت لیمپ تھا۔ کمرے میں کھڑکی کی جگہ گلاس کا سلائیڈنگ ڈور تھا جو پچھلی جانب لان میں کھلتا تھا۔ دروازے کے آگے کچھ جگہ چھوڑ کر خوبصورت سا گارڈن سونگ تھا جس کے سامنے سے دو اسٹیپس اتر کر لان میں جانے کا راستہ تھا۔

کمرے میں کوئی خاص ڈیکوریشن نہیں کی گئی تھی۔ صرف بیڈ کے سائیڈ ٹیبلو پر دو بکے رکھے گئے تھے۔

فیحا اور تحریم نے اسے بیڈ پر بٹھایا۔

"تم ایزی ہو کر بیٹھو۔ میں کچھ کھانے کو بھیجتی ہوں۔"

وہ سر ہلا کر تکیے کے ساتھ ٹیک لگا کر ٹانگیں اوپر کر کے بیٹھ گئی۔ پہلے دل میں آیا بچوں کے بارے میں ان سے بات کرے پھر کچھ سوچ کر خاموش ہو گئی۔ وہ دونوں اسے بیسٹ وشز دیتی کمرے سے باہر چلی گئیں۔

"کس مصیبت میں پھنس گئی ہوں۔ پتہ نہیں میرے بچے کیا کر رہے ہوں گے۔ کتنے چالاک نکلے سر، کیسے میرے بچوں کو اپنا گرویدہ بنا دیا۔ ہم...... میں بھی کوئی اتنی بچی نہیں کہ ان

کا مقصد نہ سمجھ سکوں۔ سوچا ہوگا کچھ دن اچھا بن کر مجھے قابو کرلیں گے اور پھر میرے بچوں کو دھتکار دیں گے۔ میں تو مر کر بھی انھیں ایسے کسی ارادے میں کامیاب نہ ہونے دوں۔" وہ اپنے ہی تانے بانے بننے میں لگی ہوئی تھی جو سب غلط فہمیوں پر مشتمل تھے۔

کچھ دیر بعد کمرے کا دروازہ کھلا تو وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی اور آنکھیں ذرا جھکا لیں۔ جو بھی تھا بشیر سے اس رشتے کے حوالے سے پہلی مرتبہ سامنا ہو رہا تھا۔ وہ جو ایک دوسرے سے گنے چنے الفاظ بولتے تھے اب ایک مضبوط رشتے میں بندھ گئے تھے جو پورے عالم کو اس دنیا میں لانے کا سبب بنا تھا۔ یہ وہ پہلا رشتہ تھا جو اس دنیا میں اللہ نے اتارا تھا حضرت آدم اور اماں حوا کی صورت، باقی ہر رشتہ اس رشتے کے بعد اترا تھا۔ اسی لیے اللہ نے اس رشتے میں اتنا گداز رکھا ہے کہ نکاح کے تین بول بولتے ہی محبت کا ایک انوکھا سا احساس دل میں اتر جاتا ہے۔

مگر اس وقت یہ احساس صرف بشیر کے دل میں تھا۔ عزہ اپنی پراگندہ سوچوں کے سبب اس رشتے کے حوالے سے کچھ بھی نہیں محسوس کر پارہی تھی۔ یا کرنا نہیں چاہتی تھی یہ وہی بہتر جانتی تھی۔

"السلام علیکم۔" بشیر نے بیڈ پر بیٹھتے سلام کیا مگر وہ اس کے پاس اور سامنے نہیں ٹانگیں لٹکائے کہنیاں گھٹنوں پر رکھے ہاتھوں پر چہرہ ٹکائے زمین کی جانب دیکھ رہا تھا جیسے کچھ بولنے کے لیے الفاظ ترتیب دے رہا ہو۔

"وعلیکم السلام، میرے بچے کہاں ہیں۔" اس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ اس کی بات پر بشیر نے کچھ حیرت سے اس کی جانب دیکھا اور پھر زیر لب مسکرایا۔ یہ پہلی استحقاق بھری نظر تھی جو اس نے عزہ کے سجے ہوئے نقوش پر ڈالی۔

وہ واقعی نہیں جانتا تھا کہ وہ اتنی خوبصورت ہے کیونکہ پہلے کبھی اس نے اسے دیکھا ہی نہیں

تھا۔اور آج جب محرم بن کر دیکھا تھا تو وہ اسے دنیا کی سب سے خوبصورت لڑکی لگی تھی۔

جب فیضا اور فریحہ بیگم نے اس دن واپس آ کر عزہ کی خوبصورتی کی تعریف کی تھی تب اس نے کندھے اچکا دیے تھے جیسے وہ اسے جانتا ہی نہ ہو۔وہ واقعی اس کے خدوخال اور نقوش سے انجان تھا۔

"آپ کے لہجے سے محسوس ہو رہا ہے کہ آپ بہت سی غلط فہمیاں دل میں پال کر بیٹھی ہیں۔" اب کی بار رخ اس کی جانب کر کے ایک ہاتھ بیڈ پر رکھ کر تنک بھی سوز کراو پر کی۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔" عزہ نے فوراً نظریں جھکا کر اس کی بات کی نفی کی،اس ڈر سے کہ کہیں وہ اس کے دل کی بات اس کی نظروں سے نہ جان لے۔

"بچے دودھ پی کر ادھر ہمارے ساتھ ہی سوئیں گے۔عزہ،میں ابھی آپ کو کسی چیز کے لیے فورس نہیں کروں گا۔میں جانتا ہوں کہ ایک تلخ تجربے کے بعد دوسرا تجربہ کرتے ہوئے بندہ انسکیور ہو جاتا ہے۔لہٰذا آپ جتنا وقت لینا چاہیں لے لیں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔اس دن جب آپ آفس میں مجھ سے اس رشتے کے حوالے سے پوچھنے آئی تھیں۔تو میں کچھ تسلی بخش جواب اسی لیے نہیں دے سکا کہ میرے نزدیک ایک مضبوط رشتے میں بندھنے کے بعد ہی میں آپ کو اس رشتے کو جوڑنے کا اصل مقصد بتا سکتا تھا۔میرے خیال میں آج بالکل درست موقع ہے آپ کے سوال کا جواب دینے کا کہ ایک دو بچوں کی ماں میں مجھے کیا نظر آیا۔" نظریں جھکائے عزہ کے ہاتھوں پر نظریں ٹکائے بولا ہوا عزہ کو کچھ لمحوں کے لیے ساکت ضرور کر گیا تھا۔

"میرے نزدیک مردانگی عورت کو توڑنے میں نہیں بلکہ محبت کا مان دے کر جوڑنے میں ہے۔بس اسی ایک سوچ کے تحت آپ کو اپنایا ہے۔میں اپنی ساری زندگی آپ کے ان دکھوں

کا مداوا کرنے میں صرف کرنا چاہتا ہوں جو میری صنف کے کسی مرد نے آپ کو دیئے ہیں۔ کیا آپ مجھے اس سب کا موقع دیں گی؟" آخری سوال پر اس نے جس طرح نظریں اٹھا کر اس کا چہرہ جانچا تھا۔ اس کا یہ انداز عزہ کا دل بے حد زور سے دھڑکا گیا۔

"مجھے کچھ وقت چاہیے ہوگا۔" بہت دقت سے وہ یہ چند الفاظ ادا کر سکی۔ اس وقت تو اس کی پگھلاتی نظروں کے سامنے ٹھہرنا ہی اسے دنیا کا سب سے مشکل کام لگ رہا تھا۔ کہاں وہ کچھ کہنے کی ہمت کرتی۔

"ضرور۔ میں انتظار کروں گا۔" اس نے مسکراتے ہوئے اپنی خوبصورت مسکراہٹ سے کہا۔ "میں بچوں کو چیک کرتا ہوں، آپ چینج کر لیں۔" کہتے ساتھ ہی وہ اٹھا۔ پھر یکدم رک کر مڑا۔

"ایک منٹ...... ایک منٹ۔" اپنی واسکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے وہ بولا۔ عزہ بھی اٹھتے اٹھتے واپس بیٹھ گئی اور اچنبھے سے اسے دیکھا۔

"یہ آپ کے لیے ایک چھوٹا سا گفٹ لیا تھا۔ مناسب سمجھیں تو پہن لیں۔" ایک خوبصورت سا کیس اس کی جانب بڑھاتے ہوئے وہ اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھنے لگا۔ عزہ نے جھجکتے ہوئے وہ کیس پکڑا۔

"تھینکس۔" کہہ کر وہ پکڑ کر کھڑی ہوئی۔

"اس سائیڈ پر ڈریسنگ روم ہے آپ چینج کر لیں۔" اس کے کہتے ساتھ ہی وہ اس روم کی جانب بڑھی۔ اندر آ کر دروازہ لاک کر کے اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے کیس کھولا جس میں ڈائمنڈ کا خوبصورت سا پینڈنٹ والا نیکلس تھا۔

عزہ نے اسے بند کر کے وہاں موجود الماری میں رکھ دیا اور کپڑے چینج کر کے باہر آ گئی۔

جہاں بچے اور بشر اس کے منتظر تھے۔

"ممی! آپ بہت پیاری لگ رہی تھیں آپ نے چینج کیوں کیا؟" سعد جو بے حد ذہین تھا حمزہ کو پہلے والے حلیے میں دیکھ کر یکدم بولا۔

"بیٹے! وہ فنکشن کے لیے ہوتا ہے۔ اب وہ ختم ہو گیا اسی لیے ممی نے بھی چینج کر لیا۔ آپ کو کس نے کپڑے چینج کروائے ہیں۔" اس نے تحمل سے بتاتے ہوئے انہیں سلیپنگ سوٹ میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"بابا نے۔" ہادی جھٹ سے بولا۔ وہ جو بچوں کو دیکھ کر بشر کو بھلائے بیٹھی تھی یکدم نظر بشر پر پڑی جو بیڈ کے ساتھ ٹیک لگائے بچوں کے قریب بیٹھا ان کی باتیں سن رہا تھا۔

"چلیں اب جلدی سے لیٹیں بہت ٹائم ہو گیا ہے۔" اس نے بچوں کو لٹاتے ہوئے کہا۔ بیڈ اتنا بڑا تھا کہ وہ چاروں آرام سے سو سکتے تھے۔

بشر اٹھ کر کپڑے چینج کرنے چلا گیا۔ ٹراؤزر اور شرٹ میں واپس آ کر اس نے نائٹ بلب آن کیا اور ہادی کے سائیڈ پر جہاں جگہ خالی تھی لیٹ گیا۔

"ممی! کتنا مزہ آ رہا ہے نا، آج آپ میں سعد اور ہمارے ساتھ بابا بھی ہیں۔ جیسے فرقان کے بابا اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اب میرے بابا بھی میرے پاس ہیں۔"

وہ دونوں جو بیڈ کے کناروں پر لیٹے تھے۔ ہادی کی بات سن کر ششدر رہ گئے۔ ایک اس کی محرومی کو سمجھتے ہوئے اور دوسرا وجود حمزہ کا یہ سوچ کر کہ انہیں ہر طرح کا پیار دینے کے بعد بھی وہ اس محرومی کو محسوس کرتے ہیں۔

"اب بابا ہمیشہ آپ کے پاس رہیں گے۔" بشر نے ہاتھ بڑھا کر ہادی کے بالوں میں پھیرتے ہوئے اسے پیار کیا۔ جو اس کے اوپر ہاتھ رکھ کر آنکھیں موند گیا۔ جبکہ سعد ہمیشہ کی

طرح ماں کے اوپر ہاتھ رکھ کر سوچکا تھا، مگر عزہ کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔ اسے کبھی پتہ ہی نہیں چلا تھا کہ اس کے بچے کس محرومی کو محسوس کرتے ہیں۔ انہی سوچوں میں آخر نیند کی دیوی اس پر مہربان ہو ہی گئی۔

☆......☆......☆

اگلے دن ریسیپشن کی جگہ بشر نے سب کو اپنی طرف سے ورلنچ میں ہائی ٹی کروادی۔ ان کی فیملی اور آفس کے سب لوگ شامل تھے۔ اچھی خاصی گیدرنگ ہوگئی تھی۔ عزہ سلور گرے اور ڈارک رنگوں کے امتزاج کی میکسی پہنے لائٹ سے میک اپ میں نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی۔ کم از کم بشر کو تو ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا۔ جو خود بھی ڈارک بلیو سوٹ میں وائٹ شرٹ پر ڈارک کلر کی ٹائی لگائے بے حد ڈشنگ لگ رہا تھا۔

بس جو ایک کمی تھی وہ ان کے درمیان بے تکلفی کی تھی۔ یوں تو عزہ نے مسکراتے ہوئے ماں باپ کو بھی احساس دلایا کہ وہ بہت خوش اور مطمئن ہے مگر اس کے اندر کون سی جنگ چھڑی تھی یہ وہی جانتی تھی۔

اس نے بشر کے رشتے کو تسلیم تو نہیں کیا تھا نہ اس کی محبت کے لیے دل میں ابھی گنجائش پیدا کی تھی۔ ہاں مگر اس کے بچوں کا بشر کی جانب لپکنا اور بشر کی محبت کا جواب اس سے بڑھ کر محبت سے دینا فی الحال اسے کوئی بھی حماقت کرنے سے روک رہا تھا۔ اور ابھی اس نے سمجھوتے کی راہ نکال لی تھی۔

"کیسے لگے تمہیں سر۔" سحر جسے اب عزہ سے بات کرنے کا موقع ملا تھا۔ سب کھانے کی جانب متوجہ تھے ہر کوئی اپنے پسند کی چیزیں لے کر کھا رہا تھا۔ عزہ ایک کونے میں کھڑی تھی جب سحر کھانے کے کچھ لوازمات پلیٹ میں ڈالے اس کی جانب بڑھی۔

"اچھے ہیں۔" اس نے فی الحال اپنے اندر کی کیفیت کو اندر ہی رکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔

"کیا گفٹ دیا سر نے۔" اس نے اشتیاق سے پوچھا۔

عزہ نے اس وقت بشر کا دیا ہوا نیکلس ہی پہن رکھا تھا۔ سو فوراً اس پر ہاتھ رکھا۔

وہ دونوں اتنی مگن تھیں باتوں میں کہ عزہ کو معلوم ہی نہیں ہوا کہ سامنے کھڑا بشر شیشے میں سے اس کی کتنی ڈھیروں تصویریں کھینچ چکا ہے۔ وہ دل جس نے ایک نیکی کے جذبے سے مغلوب ہو کر یہ رشتہ جوڑا تھا وہ اب اسے عزہ سے محبت کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ اور اس نے خوشی خوشی دل کو گھٹنے ٹیکنے کی اجازت دے دی تھی۔

بشر کے آفس والوں نے فنکشن کے اختتام پر خوبصورت سا ویڈنگ کیک ان دونوں سے مل کر کٹوایا۔ کیک کاٹ کر اس کے پیس بشر نے دونوں بچوں کو کھلائے جو سارے فنکشن کے دوران اس کے ساتھ ہی رہے تھے۔

"بابا امی کو بھی کھلائیں نا۔" سعد جو ماں کا دیوانہ تھا فوراً ماں کے لیے بولا۔ اب اتنے لوگوں میں عزہ کوئی اعتراض نہیں کر سکتی تھی۔

"او کے ہاں۔" بشر نے مسکراہٹ دباتے عزہ کا جز بز ہونا نوٹ کر لیا تھا۔

ایک ہاتھ میں تھوڑا سا کیک کا پیس لے کر اس نے عزہ کی جانب بڑھایا۔ جسے اس نے اتنی احتیاط سے کھایا کہ اس کے ہونٹ بشر کی انگلیوں کو چھو نہ سکیں۔ اس کی یہ احتیاط دیکھ کر بشر مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔

"سر! ایک پکچر پلیز۔" سامنے کھڑے فوٹو گرافر نے بشر کو وہاں سے ہٹتے دیکھ کر کہا۔

بشر سیدھا ہو کر عزہ کے نہ صرف ساتھ کھڑا ہوا بلکہ ایک ہاتھ اس کے کندھے کے گرد حمائل کیا اسی لمحے عزہ نے اس کی جانب دیکھا اور کلک کی آواز آئی۔

اسی رات فیحا واپس جارہی تھیں کیونکہ دو تین دن بعد ان کی آسٹریلیا کی فلائٹ تھی۔
"زبیر بھائی کو اگر آپ نے ایک بھی تصویر دکھائی تو میں نے آپ سے نہیں بولنا۔ میں ٹھیک ٹھاک ناراض ہوں ان سے سو اب آپ نے میری بات نہ مان کر دشمنی مول نہیں لینی۔ اب جب فزا کی شادی پر آئیں گے تب ہی ان سے دو دو ہاتھ کر کے انہیں شادی کی پکس دکھاؤں گا۔" فیحا جس وقت سب سے مل رہی تھی جب بشر نے اسے دھمکیاں دیں۔ زبیر اپنے آفس کی مصروفیات کی وجہ سے بشر کی شادی میں نہیں آسکا تھا اور اب مسلسل اسے شادی کی تصویریں سینڈ کرنے کے میسج کر رہا تھا جس پر بشر کا بھی جواب تھا آ کر میری بیوی سے مل لیں۔ تصویر کوئی نہیں بھیجی۔ اور اب یہی نصیحت وہ فیحا کو بھی کر رہا تھا۔
"فکر نہ کرو ایک تصویر بھی نہیں دکھاؤں گی۔ آئیں گے تو پھر گلے شکوے کر کے اپنی بیوی سے ملوانا۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔" فیحا آپا نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔
سب سے مل کر وہ گاڑی میں بیٹھیں۔ ان کے سسرال والے بھی شادی پر آئے تھے اور اب ان کی واپسی انہیں لوگوں کے ساتھ تھی۔
اگلے دن فریحہ، واسع، تحریم اور شہاب صاحب بھی واپس چلے گئے۔ جانے سے پہلے گھر کا سارا انتظام فریحہ نے عزہ کے سپرد کیا۔
"دل تو نہیں کر رہا ابھی جانے کا مگر تحریم کی جاب ہے نا مسئلہ یہی ہے کہ بچوں کے پاس رہنا ضروری ہوتا ہے۔" انہوں نے محبت سے عزہ کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔
وہ اس رشتے کو لے کر جتنی ان سیکیور ہو رہی تھیں عزہ کی سادہ طبیعت اور ملنساری دیکھ کر اب مطمئن ہو گئی تھیں کہ بہرحال بشر کی پسند بری نہیں تھی۔
"کوئی بات نہیں ممی، آئی نو جاب والی ماؤں کے لیے بہت ٹف ہو جاتا ہے۔" اس نے

ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے انہیں تسلی دی۔

"اب تم نے بھی بشر کے ساتھ چکر لگاتے رہنا ہے اور بچوں کو بھی ضرور لانا ہے۔" تحریم نے بھی عزہ سے ملتے ہوئے اسے ہدایت کی۔

"ان شاء اللہ بھابھی ضرور۔" اس نے بھی اسی محبت سے جواب دیا۔

بشر کو خوشی تھی کہ عزہ بے شک اس کے ساتھ رزرو تھی مگر باقی سب گھر والوں کے ساتھ بہت محبت سے پیش آتی تھی۔ فی الحال اس کے لیے عزہ کا اتنا کرنا بھی بہت تھا۔

☆......☆......☆

ان سب کے جانے کے بعد بشر تو بچوں کو لے کر گھمانے پھرانے لے گیا جبکہ عزہ بچوں کی اگلے دن کی سکول کی تیاری میں مصروف ہوگئی۔ گھر میں ایک کک بھی موجود تھا جس کا نام سمیر تھا۔ اس کے علاوہ ایک کام کرنے والی اماں بھی تھی۔ جس کو بشر نے اب بچوں کا خیال رکھنے کی خصوصی ہدایت دی تھی۔

دو چوکیدار بھی موجود تھے جو دن اور رات میں اپنی ڈیوٹیز انجام دیتے تھے۔

گھنٹے سے اوپر ہو گیا تھا ان کی واپسی ابھی تک نہیں ہوئی تھی۔ عزہ کے پاس بشر کا نمبر نہیں تھا کبھی آفس میں بھی اسے ضرورت محسوس نہیں ہوئی تھی اس کا نمبر رکھنے کی۔

اس سے پہلے کہ وہ گھر کے کسی ملازم سے پوچھتی کہ گاڑی کے ہارن کی آواز آئی۔ کچھ دیر بعد ہی بچے اس کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔

"اتنا ٹائم لگا دیا آپ لوگوں نے۔" عزہ نے فکرمندی سے کہا۔ یہ پہلا موقع تھا جب عزہ نے اسے خود سے مخاطب کیا تھا۔

"سوری، مجھے آپ کو کال کرنے کا خیال نہیں رہا۔" وہ اس کے سامنے صوفے پر بیٹھتے

ہوئے بولا۔

"ممی بابا ہمیں فن ورلڈ لے کر گئے، ہم نے اتنی ساری گیمز کھیلیں اور رائیڈز لیں۔" وہ دونوں جوش سے بتاتے ہوئے اپنی اپنی کہانی سنانے لگ پڑے۔

"اور بابا نے ہمیں برگرز بھی کھلائے۔"

"تو ممی کے ساتھ اب کون کھائے گا۔" اس نے مصنوعی خفگی سے کہا۔

"بابا کھائیں گے نا۔" ہادی نے اپنی طرف سے بہت پتے کی بات کی۔

اس کی بات پر بشر اور عزہ نے یکدم ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔ بشر کے ہونٹوں پہ بکھرنے والی مسکراہٹ نے عزہ کو پہلی مرتبہ بہت کنفیوز کیا۔

"اچھا چلو پھر آپ دونوں لیٹو، کل آپ نے صبح سکول جانا ہے۔" اس نے جلدی سے بات بدلتے کچھ دیر پہلے والی کیفیت کا اثر زائل کرنا چاہا۔

"اوکے۔ گڈ نائٹ بابا۔" دونوں نے کمرے میں جانے سے پہلے بشر کے گلے میں بانہیں ڈال کر اسے پیار کرتے گڈ نائٹ کہا۔

"گڈ نائٹ مائی سویٹ ہوائز۔" بشر نے محبت سے انہیں بھینچتے ہوئے پیار کیا۔

عزہ نے انہیں عادت ڈالی ہوئی تھی کہ سونے سے پہلے نانا اور نانی کو اسی طرح گڈ نائٹ کہنا ہے۔ اب وہ اتنے سمجھدار ہو گئے تھے، یہ عمل وہ خود سے ہی بشر کے ساتھ کرنے لگ گئے۔

عزہ نے ان کی معصوم سوچوں کو اپنی کسی غلط فہمی کی نذر نہیں کیا تھا۔ نہ بشر کو بابا کہنے پر ٹوکا تھا۔

انہیں سلا کر وہ ان کے صبح کے لیے لنچ بنانے کے لیے چیزیں دیکھنے کچن میں آئی تو ساتھ ہی کھانا گرم کر کے ٹیبل پر رکھ کر بشر کو آواز دینے آئی۔

اب سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیسے اسے بلائے۔ پہلے تو سر کہنے کی عادت تھی اور ان دنوں میں

اسے خود سے مخاطب کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ ہمت کر کے آگے بڑھی اور ٹی وی دیکھتے بشر کے پاس آئی۔
"کھانا کھا لیں، میں نے ٹیبل پر لگا دیا ہے۔" جلدی سے کہہ کر واپس کچن کی جانب مڑ گئی۔
کچھ دیر بعد وہ بھی کچن میں آیا، کک اور کام کرنے والی ملازمہ کا سرونٹ کوارٹر گھر کے پچھلی جانب لان سے تھوڑا فاصلے پر تھا۔ وہ دونوں اس وقت واپس جا چکے تھے لہٰذا اس وقت کچن میں عزہ اور بشر ہی موجود تھے۔
وہ کچن کے سنک میں ہاتھ دھو کر ٹیبل کی جانب آ کر کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا اور اس کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا جو ادھر ادھر ہوتی نجانے کیا کر رہی تھی۔
"عزہ! میں آپ کا ویٹ کر رہا ہوں۔" آخر اس کے نہ ختم ہونے والے کام دیکھ کر بشر کو اسے اپنی جانب متوجہ کرنا پڑا۔
"مجھے بھوک نہیں ہے آپ کھا لیں۔" اس نے بشر کی جذبے لٹاتی آنکھوں سے بچنے کے لیے رخ موڑے ہی جواب دیا۔ وہ چولہے پر چائے کا پانی رکھ چکی تھی۔
بشر اس کا جواب سن کر اپنی کرسی سے اٹھا اور اس کے قریب جا کر پہلی مرتبہ اس کا بازو تھام کر اس کا رخ اپنی جانب موڑا۔
"آپ کو جاہے اس رشتے کے لیے جتنا بھی ٹائم چاہیے میں پہلے ہی وہ آپ پر چھوڑ چکا ہوں۔ تب تک اتنی سی ریکویسٹ ہے کہ ہمارے درمیان دوستی کا رشتہ اگر بن جائے تو آپ کے لیے بھی آسانی ہو جائے گی اور میرے لیے بھی۔ خود کو اور مجھے صرف ایک رشتے کے تناظر میں مت جانچیں۔ ہم اس وقت کو دوستانہ طریقے سے گزار کر سہل بھی تو کر سکتے ہیں۔ اب میں آپ اور بچے ہی ہیں یہاں کتنی دیر آپ مجھ سے بات کرنے سے احتراز کریں گی جبکہ روزانہ

ہمیں بہت مرتبہ ایک دوسرے سے بات کرنے کی ضرورت پڑے گی۔ میرا نہیں خیال کہ میری اتنی اچھی اسپلائی کی بیوی بن کر اپنی صلاحیتیں کھو بیٹھی ہے۔ مجھے ویسی ہی کانفیڈنٹ عزہ کو دیکھنا ہے جیسی میرے آفس میں کام کرتی تھی۔ ہاں اتنی ریزورڈ نہ ہو مگر ایٹ لیسٹ اعتماد سے مجھ سے بات تو کر سکے۔ جو اپنی دانشمندی سے مشکل ٹاسک کو بھی منٹوں میں حل کر لیتی تھی۔ اس وقت کو بھی ایک ٹاسک سمجھ لیں۔ ہر چیز کو اچھے اور برے کے ترازو میں مت تولیں بیچ کی راہیں بھی تو نکالی جا سکتی ہیں نا۔ میں آپ کو خود سے محبت کے لیے نہیں کہہ رہا کہ بہر حال ابھی تو میں نے بھی یہ منزلیں طے نہیں کیں۔ اس جذبے کو تو ابھی میں نے بھی سچ سے محسوس نہیں کیا تو آپ کو کیسے اس کی جانب آنے کا کہہ سکتا ہوں۔ مجھے یقین ہے ساتھ رہتے ہم بہت جلدی اس رشتے کی خوبصورتی کو محسوس کر لیں گے۔ میرا خیال ہے آپ کو سمجھ آ گئی ہو گی۔" اس کے نرم مگر پر تاثیر الفاظ نے اسے چند لمحوں کو اپنے سحر میں جکڑا تھا۔

وہ اتنے خوبصورت انداز میں اس سے بات کر رہا تھا کہ عزہ کو اپنا خوامخواہ میں روڈ ہونا ٹھیک نہیں لگا۔ وہ کون سے اس سے تعلقات بڑھانے کے لیے اسے فورس کر رہا تھا جب وہ اسے وقت دے رہا تھا تو پھر وہ کیوں فضول کے اپنی ٹیوڈز دکھاتی۔ وہ سچ تو کہہ رہا تھا عزہ کے بچے جس قدر ان چند دنوں میں اس کے قریب ہو گئے تھے وہ چاہتے ہوئے بھی اس کو اگنور نہیں کر سکتی تھی۔ بچوں کے لیے اسے یشر سے بات تو کرنی ہی پڑتی۔ اور کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے نا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم مصلحتیں نبھا رہے ہیں مگر درپردہ محبت ہمیں مکڑی کے جالے کی طرح اپنی لپیٹ میں لے رہی ہوتی ہے اور پھر احساس تب ہوتا ہے جب نکلنے کا کوئی راستہ باقی نہیں رہتا۔ اس کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہو رہا تھا۔

اس نے فی الحال یشر کی بات مانتے ہوئے سر اثبات میں ہلاتے اس کے ساتھ بیٹھ کر تھوڑا

بہت کھانا کھایا اور پھر چائے اسے دے کر خود کمرے میں آ کر نماز پڑھی۔ روزانہ کی طرح منزل پڑھ کر بچوں پر پھونک کر سونے کے لیے لیٹ گئی کیونکہ صبح اسے جلدی اٹھنا تھا۔ بچوں نے سکول اور بشر نے آفس جانا تھا۔

☆......☆......☆

اگلے دن صبح وہ اپنے وقت پر اٹھی، فجر کی نماز پڑھنے کے لیے جائے نماز بچھائی ہی تھی کہ بشر کے موبائل کا الارم بجا۔ وہ بھی اٹھ کر وضو کرنے واش روم چلا گیا۔

عزہ نماز سے فارغ ہوئی اور کچن میں آ کر بچوں کے لنچ کی تیاری کرنے لگی کہ بشر آتا دکھائی دیا۔

"میں جاگنگ کے لیے جا رہا ہوں۔" دروازے میں کھڑے ہو کر اسے اطلاع دی۔ ابھی وہ مڑ کر جانے ہی لگا تھا کہ عزہ کی آواز عقب سے ابھری۔

"سنیں، آپ ناشتے میں کیا لیں گے۔" اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"کافی اور فرائیڈ ایگ۔" اپنی پسند بتا کر وہ چلا گیا۔

عزہ نے جلدی جلدی ہاتھ چلا کر لنچ بنانا شروع کیا۔ سعد تو نہیں ہاں ہادی اٹھنے میں بہت تنگ کرتا تھا۔ وہاں تو علیہ بیگم مدد کروا دیتی تھیں اب یہاں کیا ہو گا۔ یہ سوچ کر ہی اسے ہول اٹھ رہے تھے۔

کک بھی آ چکا تھا۔ اسے ایک دو ضروری ہدایات دیتے اس نے جو نہی لاؤنج میں لگی گھڑی کی جانب دیکھا تو تیزی سے کمرے کی جانب بھاگی جہاں سعد تو اس کی ایک آواز دینے سے ہی اٹھ گیا مگر ہادی اٹھنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

"ہادی، اٹھ جاؤ نہیں تو اب میں پانی لا کر ڈال دوں گی آپ پر۔" اس نے اب کی بار ہادی

کو دھمکی دی۔

"ارے میرے شہزادے کو کون ڈرا رہا ہے صبح ہی صبح۔" بشر نے کمرے میں داخل ہوتے حزہ کے الفاظ سن لیے تھے۔ وہ ابھی ابھی جاگنگ سے واپس آیا تھا۔ ہادی کے پاس بیڈ پر جا کر بیٹھتے اس نے پیار سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"ممی۔" ہادی جو ماں کو کوئی جواب نہیں دے رہا تھا ایسے جیسے وہ نیند میں ہے بشر کی بات سنتے فوراً ماں کی شکایت لگائی۔ حزہ کا تو حیرت سے منہ کھل گیا۔ بشر بھی اس کے تاثرات دیکھ کر ہنس پڑا۔

"چلو، بابا آج آپ کو ریڈی کرتے ہیں۔" بشر نے پیار سے اسے بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے کہا۔ بچے کتنے پیارے ہوتے ہیں اسے حقیقت میں اب پتہ چل رہا تھا۔ وہ اپنی بے لوث محبت سے ان کی ہر محرومی ختم کر دینا چاہتا تھا۔ وہ اب تک اپنی شادی کی پہلی رات میں ہادی کی کہی گئی چند باتوں میں چھپی محرومی کو بھول نہیں پا رہا تھا۔

کتنی حسرت سے اس نے کہا تھا۔ "آج بابا بھی ہمارے ساتھ ہیں۔" اسکول میں ساتھ پڑھتے بچوں سے ان کے باپ کی محبت کا سنتے آخر تو یہ خیال ان کے ذہنوں میں آتا تھا کہ ان کا باپ کہاں ہے اور وہ ان کے پاس کیوں نہیں۔

بشر کے بروقت فیصلے نے انہیں اس محرومی کے شدید احساس سے بچا لیا تھا۔ اس نے جلدی جلدی ہادی کو تیار کروایا، ساتھ خود بھی تیار ہوا۔ پھر اسے لیے باہر آیا تو حزہ کچن ٹیبل پر ناشتہ لگائے ان کے انتظار میں بیٹھی تھی۔

جلدی جلدی دونوں کو ناشتہ کروایا۔ بشر نے انہیں لے جانے کی ذمہ داری خود لی تھی۔ واپسی کے لیے اس نے ڈرائیور کو کہا تھا کہ وہ بچوں کو لے آئے۔

"سر! وہ اپنا موبائل نمبر دے دیں۔" بشر کو اٹھتے دیکھ کر وہ تیزی سے بولی۔ اس کی بات پر بڑی خوبصورت مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر رینگی۔

"ابھی بھی سر؟" اس نے بھنویں اچکاتے عزہ کو دیکھا۔

"ہم۔ دیکھتے ایسے ظالم طریقے سے ہیں جیسے مجھے ان سے محبت ہو ہی جائے گی۔" بشر کی مسکراہٹ سے نظریں چراتے ہوئے خود کو نجانے اس نے کیا باور کرانے کی کوشش کی تھی۔

"آپ مجھے بشر بھی کہہ سکتی ہیں۔ بیسیکلی آفس کی طرح کوئی پینلٹی نہیں ہوگی۔ خیر نمبر آپ نوٹ کرلیں۔" اسے مسکراتی نظروں سے کہتے ساتھ ہی بشر نے نمبر نوٹ کروایا۔ اس نے جلدی سے اپنے موبائل میں سیو کیا۔ وہ اکثر آفس میں اپنے ورکرز کو کسی کام کے غلط ہو جانے پر انوکھی سزا دیتا تھا کہ جس نے بھی غلط کیا وہ سب کو پزا یا برگرز کھلائے گا۔

پھر ان تینوں کے پیچھے جاتے بچوں کو پیار کیا۔ جب تک ان کی گاڑی گھر سے باہر نہیں چلی گئی وہ وہیں لان کی سیڑھیوں پر کھڑی رہی۔ ان کے جاتے ہی وہ اندر کی جانب بڑھ گئی۔

☆......☆......☆

"السلام علیکم ممی! کیسی ہیں۔" ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی بشر گھر آیا تھا۔ وہ بھی بچوں کو اسکول کا کام کروا کر فارغ ہوئی تھی۔ بشر بچوں کو کمرے میں لے جا کر مووی لگا کر بیٹھ گیا تھا۔ وہ باہر بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی کہ فون پر ہونے والی بیل کی آواز پر فون اٹھایا تو فریحہ بیگم کی آواز سنائی دی۔

"کیسی ہو بیٹا۔" پیار بھرا انداز سن کر عزہ مسکرائی۔

"الحمدللہ ممی، آپ کیسی ہیں گھر میں سب کیسے ہیں؟" انہوں نے اس کی رخصتی کے بعد ہی اسے کہہ دیا تھا کہ وہ بشر کے ہر رشتے کو اس کے انداز میں ہی پکارے گی۔ سو اب وہ بھی انہیں

ممی کہنے لگی تھی۔

"اکیلی پریشان تو نہیں ہوتیں۔ بیشر آگیا ہے، لیٹ تو نہیں ہوتا، میرے بچے کیسے ہیں؟"

انہوں نے باری باری سب کا پوچھا۔

"جی ممی، سب ٹھیک ہیں اور بیشر بھی آگئے ہیں۔" اس نے ان کی تسلی کروائی۔

"چلو یہ تو اچھا ہے۔ ویک اینڈ پر ضرور اسلام آباد کا چکر لگانا، میں کل بیشر کو بھی تاکید کروں گی۔"

"جی ممی، کوشش کریں گے۔" پھر ادھر ادھر کی باتیں کر کے اس نے فون رکھ کر کمرے کا رخ کیا۔ دروازہ کھولتے ہی جو منظر اسے نظر آیا اس نے عزہ کو نہ صرف ششدر کیا تھا بلکہ غم و غصے سے اس کا برا حال ہو گیا۔

وہ تینوں تکیوں سے نہ صرف کھیل رہے تھے بلکہ تکیوں سے روئی نکال کر ایک دوسرے پر پھینک رہے تھے۔

"کیا ہو رہا ہے یہ۔" عزہ کی صدمے میں ڈوبی آواز پر وہ تینوں اپنی جگہ کھڑے ہو گئے۔

"حد ہے میں نے آج ہی روم کی تفصیلی صفائی کروائی تھی اور آپ تینوں نے یہ کیا حال کیا ہے۔ یہ موودی دیکھی جا رہی ہے۔" وہ تینوں کو جھاڑ پلاتے ہوئے روہانسی آواز میں بولی۔

صبح ہی تو اس نے کام والی کے ساتھ مل کر ایک ایک چیز آگے پیچھے کروا کر اور اٹھوا کر صفائی کروائی تھی۔

"اب یہ کمرہ مجھے ویسی ہی حالت میں چاہیے جیسے کہ تھا۔" وہ تینوں کو وارن کر رہی تھی جبکہ اس کا یہ استحقاق بھرا روپ دیکھ کر بیشر بمشکل اپنی مسکراہٹ چھپا رہا تھا۔

"تمہاری ممی ہیں کہ ہٹلر۔" اس کے تیور دیکھ کر بیشر نے آہستہ سے جھک کر ہادی کے کان

میں کہا۔ مقصد صاف اسے سنانا تھا۔ وہ جو انہیں حکم دے کر کمرے سے جارہی تھی۔ غصے سے دوبارہ مڑی۔

"اور رات کا کھانا بھی آپ ہی بنائیں گے۔" ایک اور دھمکی دیتے وہ کمرے سے باہر جا چکی تھی۔ نجانے کیسے مگر بہت آہستہ آہستہ ان کے درمیان لاتعلقی کی دیوار گرتی جارہی تھی۔ جس میں زیادہ ہاتھ بشر کا ہی تھا۔

کمرہ صاف کر کے جب وہ باہر آئے تو عزہ کے سر ہو گئے کہ باہر چل کر کھانا کھاتے ہیں۔

"پلیز ممی چلیں نا۔" وہ دونوں صوفے پر ٹانگیں رکھے عزہ کے دائیں بائیں کھڑے ہو کر اس سے اصرار کر رہے تھے۔ جبکہ بشر سامنے بیٹھا انہیں دیکھ رہا تھا۔

"چلیں نا ممی۔" وہ بھی انہیں کے انداز میں مسکراہٹ ہونٹوں میں دبائے بولا۔

"آپ کی ممی نہیں ہوں۔" وہ چڑ کر بشر کی مسکراہٹ سے نظریں چراتے ہوئے بولی۔

"پھر کیا ہیں میری۔" اس استفسار میں جو چھپا اصرار تھا عزہ فی الحال اس کو سمجھنا نہیں چاہتی تھی۔

"چلو بھی چینج کر کے آتی ہوں۔ بس اب خوش۔" اس کے سوال سے بچنے کے لیے وہ جلدی سے صوفے سے اٹھتے ہوئے بچوں سے بولی۔ ابھی وہ جانے ہی لگی تھی کہ بشر اس کا ہاتھ تھامتا ہوا باہر کی جانب چل پڑا۔

"ایسے بھی ٹھیک لگ رہی ہیں۔" کیا انداز تھا تعریف کا بھی، عزہ دل ہی دل میں عش عش کر اٹھی۔

"خود تو آپ سب ریڈی ہو کر آئے ہیں میں ماسی لگ رہی ہوں۔" بلیک ٹراؤزر اور گرے شرٹ میں بلیک اسکارف لیے اور گرے کلر کی شرٹ پہنے اسے اپنا حلیہ ان تینوں کے مقابلے میں کوئی خاص نہ لگا جبکہ بشر بلیک ہی شلوار قمیض پر اسکن براؤن شال لیے ہمیشہ کی طرح

ماحول پر چھا رہا تھا۔ اور بچے بھی جینز کی پینٹس اور جمپرز پہنے ٹک سک سے تیار تھے۔

”کوئی بات نہیں یہ ماسی بھی ہم تینوں کو بہت پیاری ہے۔ کیوں بچو، آپ کی ممی تو فیری سے بھی زیادہ بیوٹی فل ہیں نا۔“ بشر نے اسے گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بٹھاتے بچوں سے تائید لی جو پچھلی سیٹوں پر بیٹھ چکے تھے۔ ہمیشہ کی طرح انہوں نے بھی بشر کی ہاں میں ہاں ملائی۔

”جب ہمیں آپ ماسی والے حلیے میں بھی قبول ہیں تو کسی اور کی کیوں پروا ہے آپ کو۔“ اس کی لودیتی نظریں اسے بہت کچھ باور کروا رہی تھیں۔

سالٹ اینڈ پیپر میں جس لمحے وہ داخل ہوئے دروازے کے سامنے لگی ٹیبل پر نظر پڑتے ہی عزہ ٹھٹک کر رکی۔

”مجھے یہاں کا کھانا پسند نہیں کہیں اور چلیں۔“ اس نے یکدم مڑتے ہوئے بشر کو مخاطب کیا حالانکہ ابھی اس کے پوچھنے پر عزہ نے اسی ریسٹورنٹ کا کہا تھا اور اب...... وہ کچھ حیران ہوا۔

”ہوا کیا ہے، ابھی تو آپ نے یہاں آنے کا کہا تھا۔“ اس نے اپنی حیرت کو الفاظ دیئے۔

”نہیں یہاں نہیں کھانا۔ بس میرا دل نہیں کر رہا کچھ عجیب سی سمیل آ رہی ہے یہاں سے۔ میرا دل خراب ہو رہا ہے۔“ اس نے اپنی طرف سے بہانا گھڑنا چاہا۔

وہ سب اس وقت وہاں سے نکل کر باہر آ چکے تھے اور سڑک پر کھڑے تھے۔ کیونکہ گاڑی بشر سڑک کے دوسری طرف پارک کر کے آیا تھا۔ نجانے کہاں سے ایک خواجہ سرا ان کے پاس آیا جو عزہ کے آخری جملے سن چکا تھا۔

”ہائے میری پیاری باجی، اللہ تمہاری طبیعت ٹھیک کرے اور تمہیں چاند سی بیٹی دے کر تمہاری فیملی پوری کرے۔ تمہارا یہ وقت خیر سے گزرے۔“ عزہ تو اس کی باتیں سن کر حیرت

اور خفت زدہ رہ گئی جبکہ بشر کو اپنا قہقہہ روکنا مشکل ہو گیا۔

"آمین، اللہ تمہاری زبان مبارک کرے۔" اس نے ہنستے ہوئے ہزار کے نوٹ اس کی جانب بڑھائے۔ اور ان ہی مسکراتی نظروں سے عزہ کی جانب دیکھا جس کا چہرہ شرم اور خفت سے سرخ ہو رہا تھا۔

"ہائے بھائی ایمان سے بڑی ہی باحیا بیوی ہے تمہاری۔ دو بچوں کے بعد اب بھی اتنا شرما رہی ہے۔" خواجہ سرا کی بات نے اب کی بار عزہ کو بھڑکایا۔

"پیسے دے دیئے ہیں نا تمہیں بھائی جان نے۔ تو اب مجھ پر ریسرچ مت کرو جاؤ یہاں سے۔" اس نے چبا چبا کر کہتے اپنا غصہ نکالا۔ ایک تو اس خواجہ سرا کی باتیں اس پر بشر کی مسکراہٹ نے اس پر تیلی کا کام کیا۔

"ہائے ہائے میں تو ایسے ہی کہہ رہی تھی۔" وہ خواجہ سرا ایک ہاتھ سے مکھی اڑا کر چلا گیا۔

"ویسے اس نے مجھے بھائی جان تمہیں کہا تھا۔" بشر نے شوخی سے کہا۔

"اونہوں۔" بشر کی بات پر اس نے ہنکارا بھرتے غصے سے بشر کو گھورا جس کے ہونٹوں سے مسکراہٹ جدا ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

وہاں سے وہ انہیں کوزا نو سٹرا لے گیا، مگر وہ اس تمام وقت عزہ کی بے توجہی محسوس کر رہا تھا۔ آتے وقت وہ پوری طرح ان کی جانب متوجہ تھی، مگر اب جس غیر حاضری کا وہ ثبوت دے رہی تھی وہ بشر کو پریشان کرنے کے لیے کافی تھا۔

"عزہ! آپ کی پلیٹ ویسے کی ویسے ہی رکھی ہے۔ کیا ڈائیٹنگ کا کوئی پروگرام ہے۔" اس نے ہلکے پھلکے انداز میں عزہ کو مخاطب کیا۔ یہ جتائے بغیر کہ وہ اس کی جانب دماغی نوٹ کر چکا ہے۔

"وہ بس ایسے ہی دل نہیں کر رہا تھا۔" اس نے چمچ ہلاتے ہوئے کہا۔

"بابا! ممی کو ویسے ہی کھلائیں نا، ایروپلینز بنا کر جیسے ممی ہمیں کھلاتی ہیں جب ہمیں کوئی چیز اچھی نہیں لگتی۔" ہادی نے بشر کو طریقہ بتایا۔

"ہاہاہا! چلیں پھر ریڈی ہو جائیں۔ آپ کے بیٹے کی فرمائش آئی ہے۔" بشر نے شرارتی نظروں سے عزہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں، کھا رہی ہوں میں اور تم اپنے مشورے نا اپنے پاس رکھو، آج سب کو ہی مفت مشورے دینے کا شوق چڑھا ہوا ہے۔" عزہ نے ہادی کو آنکھیں نکالتے ہوئے منہ بنا کر کہا۔

اس نے خود کو کچھ دیر پہلے کی کیفیت سے نکالا اور پوری طرح بچوں کی جانب متوجہ ہو گئی۔

بشر اور اس کا ابھی تعلق اس حد تک نہیں بنا تھا کہ وہ عزہ سے اس کی پریشانی کی وجہ پوچھتا اور وہ بتا بھی دیتی۔ ابھی انہیں اس حد تک آنے کے لیے کچھ وقت چاہیے تھا اور یہ تبھی ممکن ہو سکتا تھا جب عزہ بشر پر اعتبار کر کے اسے اپنے دل میں لگے زخم دکھا کر اسے مرہم رکھنے کا مان دیتی۔

☆......☆......☆

"السلام علیکم! ہادی کی مدر بات کر رہی ہیں۔"

وہ جو ابھی دوپہر کا کھانا بنا کے فارغ ہی ہوئی تھی۔ گھڑی پر وقت دیکھا تو بارہ بجے تھے۔ مطمئن ہو کر باہر لان میں چلی گئی تھوڑی دیر بعد اٹھ کر روٹیاں بنا لیتی تھیں تاکہ بچوں کے آنے سے پہلے کھانا ریڈی ہو۔

بچے ایک بجے آ جاتے تھے۔ آج تو ویسے بھی بچوں کو بشر نے لے کر آنا تھا کیونکہ ڈرائیور چھٹی پر گیا ہوا تھا۔

وہ چائے کا کپ اٹھائے لان میں پڑی کرسیوں پر آ کر بیٹھ گئی۔ دو دن بعد آج دھوپ نکلی تھی تو اس نے سوچا تھوڑا دھوپ سے لطف اٹھایا جائے۔

ابھی وہ بیٹھ کر موبائل کھول کر بچوں کی تصویریں دیکھ ہی رہی تھی کہ بچوں کے اسکول سے فون آ گیا۔

"جی میں ہادی کی مدر ہوں۔" دل میں ڈر جاگا۔

"میں اس کی کلاس ٹیچر بول رہی ہوں۔ ہادی سلائیڈ سے گر گیا تھا اور کافی سیریس انجری آئی ہے اس کے سر میں، ہم نے ہاسپٹل بھیج دیا ہے، پلیز آپ لوگ بھی آ جائیں۔" اس کی بات پر عزہ کو لگا اس کے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی ہے۔ جلدی سے ہاسپٹل کا نام پوچھ کر اس نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بشر کو کال کی۔

"ہیلو، کیسی ہیں عزہ، مجھے یاد ہے میں نے آج بچوں کو لینا ہے، میں بس نکل رہا ہوں۔" اس کا نمبر دیکھ کر وہ یہی سمجھا کہ عزہ نے اسے یاد دہانی کے لیے فون کیا ہے کہ اس نے بچوں کو لینا ہے۔

"میں نے آپ کو اس لیے کال نہیں کی، ہادی ہاسپٹل میں ہے۔" اور پھر اس نے روتے ہوئے اسے ساری بات بتائی۔ بشر بھی پریشان ہو گیا۔

"اوکے، آپ سعد کو لے کر ہاسپٹل پہنچیں، میں سیدھا یہیں سے ہاسپٹل نکل رہا ہوں۔ میں چوکیدار سے کہتا ہوں وہ آپ کو کیب کروا دے گا۔" بشر نے فوراً فون بند کر کے چوکیدار کو فون کیا۔

عزہ سعد کو سکول سے پک کر کے اسی کیب پر ہاسپٹل پہنچی، بشر اس سے رابطے میں رہا۔ ہاسپٹل کے باہر ہی وہ اسے کھڑا نظر آ گیا۔ نجانے کیسے مگر عزہ کو اس لمحے وہ اسے اپنا سب سے بڑا

تھمکسار لگا۔ بشر نے کیب والے کو پیسے دیئے۔ عزہ تب تک سائیڈ پر سعد کا ہاتھ پکڑے کھڑی اپنے آنسو ضبط کرتی رہی۔ جیسے ہی بشر مڑ کر اس کے قریب آیا وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

"کیسا ہے ہادی، آپ نے دیکھا ہے اسے؟" بشر اس سے پہلے پہنچ کر ہادی کو دیکھ چکا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے عزہ، اتنا چھوٹا دل ہے۔ کچھ نہیں ہوا۔ ٹھیک ہے بس کچھ ٹانکے لگے ہیں، بٹ ڈونٹ وری، ٹھیک ہو جائے گا انشاء اللہ۔" ایک ہاتھ سے سعد کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دوسرے ہاتھ سے عزہ کے گرد اپنا بازو لپیٹے اسے حوصلہ دیتے وہ دونوں کو لیے اندر کی جانب بڑھا۔

عزہ کو واقعی اس وقت جذباتی سہارے کی ضرورت تھی۔ بشر اسے لیے ہادی کے روم میں آیا، جہاں ہادی دوائیوں کے زیر اثر سو رہا تھا۔ اس کا سر پٹیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ عزہ اس کے بیڈ کی جانب بے اختیار ہو کر بڑھی۔ اس کے چہرے پر آہستہ سے ہاتھ پھیرتے اس کے بازو اور باقی جسم ٹٹولتے بس بے آواز آنسو بہاتی جا رہی تھی۔

بشر نے سعد کی جانب دیکھا جو ماں اور ہادی کو دیکھ کر روہانسا ہو رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر عزہ کو کندھوں سے تھام کر اس کا رخ اپنی جانب کیا۔

عزہ نڈھال سی اس کے کندھے میں منہ چھپائے اپنی سسکیوں کی آواز چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے آنسو نہ صرف کسی کا کندھا بھگو رہے ہیں بلکہ اس کے یہ آنسو بشر کے دل پر گر رہے تھے۔

"بس کریں عزہ، اس طرح تو آپ اپنی طبیعت خراب کر لیں گی۔ سعد کو دیکھیں وہ پریشان ہو رہا ہے اس طرح سے آپ کو روتے دیکھ کر۔" بشر اس کے گرد بازو لپیٹے اسے حوصلہ دے رہا تھا۔

"مائیں تو بہت مضبوط ہوتی ہیں، آپ اتنی کمزور دل کی کیسے ہیں۔ ہاں۔ پلیز یو میری عزہ تو بہت پاور فل ہے۔ ہے نا۔" اس کا محبتوں سے بھرپور لہجہ عزہ کی تکلیف کو کم کر رہا تھا۔ وہ اسے نہیں بتا سکی کہ آج تمہارے ساتھ نے نہ صرف اسے حوصلہ دیا تھا بلکہ ایسا لگا تھا آج وہ اور اس کے بچے واقعی اس دنیا میں اکیلے نہیں ہیں۔ بشر کسی آہنی دیوار کی طرح ان سب کو سنبھالے ہوئے تھا تو پھر وہ اس کے سہارے کمزور کیوں نہ پڑتی جب وہ اسے سنبھالنے والا تھا تو اسے بہادر ہو کر کیا کرنا تھا۔

آج اسے ماں کی کہی بات سمجھ آ گئی تھی کہ ایک مرد کے بنا عورت اس معاشرے میں ایک قدم نہیں اٹھا سکتی۔ جس وقت وہ ہاسپٹل پہنچی ڈاکٹروں سے بات، ہادی کا ٹریٹمنٹ سب کچھ وہ خود کروا چکا تھا۔ اور اب اسے اور سعد کو سنبھال رہا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا جب عزہ کے دل نے اس کے خلوص اور محبت کو مان کر اس کے بارے میں مثبت انداز سے سوچا تھا۔ ہاں اس کی محبت کو ماننے میں اب بھی وہ ہچکچا رہی تھی۔

"ممی کیوں ایسے روتی جا رہی ہیں۔" سعد ان کے پاس آ کر کھڑا ہوتے بشر کا ہاتھ تھام کر بولا۔ عزہ نے بشر سے الگ ہو کر اپنے آنسو صاف کیے۔

"کچھ نہیں بیٹا، بھائی کو چوٹ لگی ہے نا تو ممی پریشان ہو گئی تھیں۔ بٹ ناؤ شی از اوکے۔ بابا نے ممی کو سمجھایا ہے کہ بھائی ٹھیک ہے اسے کچھ نہیں ہوا۔ چلو اب میرا بیٹا بتائے اس نے کیا کھانا ہے؟" بشر نے عزہ کے وجود سے اپنے ہاتھ پیچھے کرتے سعد کو گود میں اٹھا کر بہلایا۔

"برگر کھانا ہے یا پزا؟" اس نے خود ہی سعد کو دو آپشنز دیں۔

"برگر۔" سعد نے تھوڑا سا سوچ کر کہا۔

"اوکے گریٹ۔ عزہ! آپ کیا لو گی؟" اب اس نے عزہ سے پوچھا۔

"کچھ نہیں ابھی دل نہیں کر رہا۔" اس نے بھیگی آواز میں کہا۔

"پھر وہی بات۔ ڈانٹ کھاؤ گی اب آپ میرے سے۔" بشر نے کسی قدر خفگی سے کہا۔

"میں منگوا رہا ہوں آپ کے لیے بھی، چپ کر کے کھانا ہے۔ نہیں تو ایک ڈرپ آپ کو لگوا دوں گا۔ شکل دیکھو اپنی کس قدر پیلی ہو گئی ہے ہادی کو دیکھنے کے بعد۔" بشر کا فکر مند انداز اس کی دھڑکنیں بڑھا رہا تھا۔

کچھ دیر بعد کھانے سے فارغ ہوئے تو ہادی کو بھی ہوش آ گیا۔ ماں کو دیکھ کر وہ بھی کچھ ریلیکس ہوا اور گھر جانے کی ضد کرنے لگا۔ ڈاکٹرز نے ایک رات رکنے کو کہا کیونکہ ابھی اس کو ڈرپس لگانی تھیں۔ جو کہ دوائی کی صورت میں نہیں دی جا سکتی تھیں۔

بشر نے حلیمہ بیگم اور فرحان صاحب کو فون کر کے سعد کو لے جانے کا کہا۔ بھیجنا تو وہ حمزہ کو بھی چاہتا تھا مگر حمزہ وہاں سے ایک سیکنڈ کے لیے ہلنے کو تیار نہیں تھی۔ حلیمہ بیگم اور فرحان صاحب کچھ دیر کے لیے آئے، تھوڑی دیر بیٹھے پھر سعد کو لے کر چلے گئے کہ اسے بہت نیند آ رہی تھی۔

بچوں کے کچھ کپڑے حلیمہ بیگم کے پاس پڑے تھے لہٰذا انہیں کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ وہ سعد کو لے کر جا چکے تھے۔ ان کے جاتے ہی ہادی بشر سے باتوں میں مصروف ہو گیا تو حمزہ نے اٹھ کر کمرے کے ساتھ بنے اٹیچڈ باتھ سے وضو کیا اور ایک کپڑا بچھا کر مغرب کی نماز پڑھنے کھڑی ہو گئی۔ کچھ نوافل پڑھے۔

اس کے نماز ختم کرنے تک ہادی ایک مرتبہ پھر غنودگی میں جا چکا تھا۔ بشر بھی ہاسپٹل میں تعمیر کردہ مسجد میں نماز پڑھنے جا چکا تھا۔ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں چائے کے دو مگ تھے۔ ایک کپ اسے تھماتے وہ اس کے قریب ہی صوفے پر بیٹھ گیا۔

"آپ گھر جا کر چینج کر آتے۔" عزہ نے اسے آفس کے کپڑوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ بلیک ڈریس پینٹ اور اسکائی بلیو اور سفید پٹیوں والی شرٹ پہنے لائٹ بلیو ہی ٹائی لگائے شرٹ کی بازو ئیں فولڈ کیے ہوئے تھا۔

"کوئی بات نہیں، آپ کو یہاں اکیلا چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ میں نے رب نواز کو کہا ہے وہ ابھی اپنی بائیک پر کپڑے دے جائے گا۔" اس کا پروا کرتا لہجہ عزہ کو لحہ بہ لحہ اس کی جانب کھینچ رہا تھا مگر وہ اپنی نام نہاد غلط فہمیوں سے نکلنا نہیں چاہ رہی تھی۔

"سحر کی نیکسٹ منتھ شادی ہے۔"

"جی مجھے کل ہی اس نے کال کر کے بتایا تھا وہ تو اب آفس چھوڑ چکی ہے نا؟" عزہ نے بتاتے استفسار بھی کیا۔

"ہاں جاب چھوڑ دی ہے۔" بشر نے اس کی بات کی تائید کی۔

"تو اب آپ سیکرٹری کا کیا کریں گے۔" عزہ نے ایسے ہی پوچھ لیا۔

"آپ مجھے جوائن کر لیں نا۔" بشر جو سامنے دیکھتا چائے پی رہا تھا گردن موڑ کر مسکراتے ہوئے عزہ کو دیکھنے لگا۔

"ہاں تا کہ پھر کہیں نہ گھر میں سکون ملتا ہے نہ آفس میں۔" نا جانے کس جذبے کے تحت وہ کہہ گئی۔ بشر نے بے اختیار قہقہہ لگایا۔

"نہیں ایسا نہیں ہوگا بلکہ آپ کے قریب رہنے کا زیادہ موقع ملے گا۔" بشر کی بات پر اس نے چائے ختم کرتے ہی وہاں سے اٹھنے میں عافیت جانی اور خواہ مخواہ ہادی کے بیڈ کے قریب آ کر اس کی دوائیوں کے نام چیک کرنے لگی۔

کچھ دیر بعد جب وہ عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی۔ عطیہ بیگم نے ہادی کے لیے یخنی اور

ان دونوں کے لیے کھانا بھجوا دیا تھا۔ ہاسپٹل ان کے گھر کے قریب ہی تھا لہٰذا انہوں نے چیزیں تیار کر کے بشر کو فون کر دیا۔ وہ جا کر چیزیں لے آیا۔ تب تک اس کا چوکیدار بھی بشر کے کپڑے لے آیا تھا۔

بشر نے چینج کر کے پہلے ہادی کو یخنی پلائی پھر اس کو سٹوری سنانے لگا۔ عزہ اتنی دیر میں ہادی کی صحت یابی کے لیے کوئی وظیفہ پڑھنے لگی۔ اسٹوری سنتے ہی ہادی دوائیوں کی وجہ سے سو گیا۔

"عزہ! کچھ کھا لیں۔" بشر نے کھانا نکالتے ہوئے کہا۔ اس کا وظیفہ بھی پورا ہی ہونے والا تھا، وہ ہاتھ کے اشارے سے بشر کو شروع کرنے کا کہنے لگی۔

"آپ آئیں گی تو شروع کروں گا۔" وہ بھی اپنے نام کا ایک تھا۔ ایک اور بیڈ جو اٹینڈنٹ کے لیے موجود تھا وہاں بیٹھا وہ عزہ کو دیکھ رہا تھا۔ جو صوفے پر بیٹھی شال کو نماز کے سٹائل میں اپنے گرد لپیٹے ایک ہاتھ پر گن رہی تھی اور دوسرے ہاتھ میں موبائل کھولے اس میں سے کوئی آیات پڑھ رہی تھی۔

مائیں کتنی پیاری لگتی ہیں اپنی اولاد کے لیے فکر میں ہلکان ہوتیں۔ جب بھی وہ بھی کسی تکلیف سے گزرتا تھا تو فریحہ بیگم بھی اس وقت صرف ایک ماں بن جاتی تھیں۔ دنیا کا ہر ضروری کام چھوڑ چھاڑ کر وہ صرف اپنی اولاد کے لیے فکر مند ہوتی تھیں۔

ماں کوئی بھی ہو اپنی اولاد کے لیے محسوسات ہر ماں کے ایک جیسے ہوتے ہیں۔ محبت اور فکر میں گندھے ہوئے۔ جیسے ہی وہ وظیفہ ختم کر کے اٹھی، پہلے ہادی کی جانب گئی، اس پر پھونک ماری۔ پھر بشر کی جانب آ کر ناراضگی بھری نگاہ اس پر ڈالی۔

"ابا ہمیشہ کہتے ہیں جب کھانا سامنے پڑا ہو تو اسے انتظار نہیں کرواتے۔" اس نے کسی

استانی کے سے لہجے میں بشر کو کہا۔ اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے پلیٹ میں پہلے بشر کو سالن ڈال کر دیا پھر اپنے لیے نکالا۔

"آپ میرے لیے کب ایسے فکر مند ہو کر بڑھ کر کچھ پوچھیں گی۔" بشر نے اس کی پہلی بات ان سنی کرتے اپنا ہی راگ الاپا۔

"اللہ نہ کرے۔ کتنی فضول باتیں کرتے ہیں آپ۔"

جس طرح دہل کر اس نے بشر کو ٹوکا۔ بشر کا دل کیا اسے دل میں چھپالے۔ اس کا گریز اسے ہر بار اور بھی عزہ کی جانب کھینچتا تھا۔

ابھی گریز تھا تو وہ اس کی محبت میں ہر گزرتے دن پہلے سے زیادہ مبتلا ہو رہا تھا جو اگر وہ بھی اس محبت میں مبتلا ہو جاتے پھر تو عشق کے مراحل ہی طے ہوں گے۔ بشر یہ سب بس سوچ سکا۔ ابھی کہنے کا وقت نہیں آیا تھا۔

کھانا کھانے کے بعد بشر اسے بیڈ پر لیٹنے کے لیے زور دینے لگا۔

"مجھے ابھی نیند نہیں آ رہی، آپ لیٹ جائیں صبح کے تھکے ہوئے ہیں۔ میں یہاں صوفے پر ہی ہوں۔" اس نے بشر کو سمجھانا چاہا مگر وہ کچھ سننے پر تیار نہیں تھا۔

"آپ بھی تھکی ہوئی ہیں بلکہ رو رو کر اور بھی تھک گئی ہیں۔ چلیں شاباش لیٹیں آ کر۔" وہ بیڈ کے قریب کھڑا اسے زبردستی بیڈ پر لیٹنے کے لیے اصرار کر رہا تھا۔

"اف کس قدر ضدی ہیں آپ۔ ممی سے آپ کو ٹھیک کرنے کا طریقہ پوچھوں گی۔" عزہ اس کی ضد کے آگے زچ ہوتے ہوئے بولی۔

"ماؤں اور بیویوں کے قابو کرنے کے طریقے الگ الگ ہوتے ہیں۔ اور وہ کیا ہوتے ہیں اس پر پھر کبھی فرصت میں آپ کو کلاس دوں گا، ابھی تو لیٹیں۔" اس نے معنی خیزی سے

کہتے اسے دوبارہ بیڈ پر آنے کا اشارہ کیا۔

"تو آپ کہاں لیٹیں گے۔" عزہ بیڈ پر بیٹھی اب اس کے لیے فکر مند تھی۔

"میں بھی لیٹ جاؤں گا۔ ابھی آفس کا تھوڑا سا کام کرنا ہے پھر لیٹ جاؤں گا۔" اس نے اپنے لیپ ٹاپ کی جانب اشارہ کیا جو اس نے اپنے کسی ورکر سے ہاسپٹل ہی منگوا لیا تھا۔

عزہ اب کی بار خاموشی سے لیٹ گئی۔ وہ واقعی اعصابی طور پر اتنی تھکی ہوئی تھی کہ لیٹتے ساتھ ہی سو گئی۔

بشر جو صوفے پر بیٹھا کام شروع کر چکا تھا، نظر لیپ ٹاپ سے ہٹا تا عزہ کو دیکھا جو سردی سے سمٹی ہوئی تھی۔ بشر نے اٹھ کر اس پر کمبل دیا پھر پیچھے ہٹتے اس کے معصوم چہرے کو دیکھا۔

"نجانے آپ کب مجھے اپنا مانیں گی۔" خود سے مخاطب ہوتا وہ جھکا اور اپنے لب اس کی پیشانی پر رکھ دیے۔

"ویٹنگ فار یو ڈیسپریٹلی" سرگوشی کرتا وہ واپس صوفے پر بیٹھ کر اپنا کام کرنے لگا۔ مگر دھیان اب کام میں کہاں لگ رہا تھا وہ تو اس سوئے ہوئے وجود میں تھا جو اس کے حواسوں پر چھا رہا تھا۔ وہ یکدم لیپ ٹاپ بند کر کے کھڑکی میں آ کھڑا ہوا جہاں ہر طرف چاند خاموشی تھی یا اس کو محسوس ہو رہی تھی۔

مڑ کر واپس آیا، ہادی کے بیڈ کے قریب رکھی کرسی پر بیٹھا، ٹانگیں بیڈ پر جما کر نیم دراز سا ہو گیا اور آنکھیں موند لیں۔

☆......☆......☆

صبح جس وقت عزہ کی آنکھ کھلی بشر کو ہادی کے بیڈ کے سامنے پڑی کرسی پر سویا ہوا پایا۔ نجانے کیوں مگر دل اس کی اچھائی کو ماننے کے لیے ضد باندھ گیا تھا۔

عزہ اٹھ کر بشر کے قریب گئی۔ اسے ساری رات پتہ نہیں چلا کب ہادی اٹھا ہے۔ بشر نے ساری رات اس کے قریب اسی لیے گزاری تھی کہ اس کی ایک آواز پر وہ اٹھ جائے اور عزہ کی نیند خراب نہ ہو۔

یہ کیسا رشتہ وہ نبھا رہا تھا۔ اب تک ایک مرتبہ بھی صلے کی چاہ نہیں کی تھی۔ وہ تو بس بے لوث محبت ان تینوں کو دے رہا تھا۔ کیا ابھی بھی اس کے خلوص میں کسی شک کی گنجائش تھی؟

اب ایک نئی جنگ عزہ کے اندر چھڑ چکی تھی۔ بشر پر اعتماد کرنے، اسے اپنا سب کچھ ماننے کی۔ وہ اپنی سوچوں سے گھبرا کر بے اختیار اسے آواز دے بیٹھی۔

جس نے عزہ کی ایک آواز پر جھٹ سے آنکھیں کھول دیں۔

''میری نیند پوری ہوگئی ہے۔ آپ بیڈ پر جا کر لیٹ جائیں کچھ دیر۔'' اس نے رسانیت سے اس سے کہا جس کی خوابیدہ آنکھیں عزہ کا دل اور ہی لے میں دھڑکا گئی تھیں۔

''اگر ڈاکٹر کے پاس جانے کی کوئی ضرورت پڑے یا کوئی میڈیسن لانی ہو تو آپ نے خود نہیں جانا مجھے اٹھا لینا ہے۔'' بشر نے کرسی سے اٹھتے اسے تنبیہ کی۔

''ٹھیک ہے۔'' اس نے ہامی بھری۔

جس وقت ڈاکٹر راؤنڈ پر آیا اس نے ہادی کی کنڈیشن دیکھتے انہیں ہادی کو ڈسچارج کرنے کی اجازت دے دی۔

عزہ نے شکر کیا۔

ہادی کو لے کر پہلے وہ عطیہ بیگم اور فرحان صاحب کی جانب گئے۔ انہیں ہادی سے ملوا کر سعد کو بھی ساتھ لیے وہ واپس گھر پہنچے۔

کچھ دنوں میں عزہ اور بشر کی مکمل توجہ سے ہادی جلد ہی صحت یاب ہو گیا۔ اس کے ٹھیک

ہوئے اور نا کے کھلتے ہی بشریٰ نے داتا دربار جا کر دیگیں دیں۔

☆......☆......☆

"السلام علیکم!" آج بہت دن بعد ہادی بھی سکول گیا تھا۔ حمزہ گھر کے کاموں سے ابھی فارغ ہی ہوئی تھی کہ بشریٰ کی کال آ گئی۔

لنچ کی تیاری کرتے مصروف سے انداز میں اس نے کال ریسیو کی۔ بچوں نے آج چکن چاؤمن کی فرمائش کی تھی۔ موبائل کندھے سے لگائے سبزیاں کاٹتے وہ بشریٰ سے بات کر رہی تھی۔

"وعلیکم السلام۔ خیریت۔" بشریٰ بہت کم اس وقت کال کرتا تھا لہٰذا اس کا حیران ہونا جائز تھا۔

"جی خیریت ہے۔ دراصل آج رات ایک بزنس ڈنر ہے اور سب کی وائفز بھی آئیں گی تو اگر آپ بھی چلیں تو اچھا ہوگا۔ سعد اور ہادی کو امی ابا کے پاس چھوڑ دیں گے۔ واپسی پر لیتے ہوئے گھر آ جائیں گے۔ کیا کہتی ہیں آپ؟" اسے تفصیل سے بتاتا وہ اس سے استفسار کر رہا تھا۔

"میری شکل کی بری حالت ہے، ابھی تو ہادی کی وجہ سے ایک مرتبہ بھی پارلر نہیں جا سکی اب اس وقت لنچ بنانا ہے پھر بچے کا ہوم ورک سب اس میں کہاں ٹائم ملے گا پارلر جا کر حلیہ درست کرنے کا۔" حمزہ نے اس کی بات سن کر اپنا مسئلہ بتایا۔

"ڈونٹ وری، اس کا انتظام ہو جائے گا آپ بس چلنے کی سوچیں۔" اس نے حمزہ کو تسلی دلائی۔

"بالکل بھی نہیں اس شکل کے ساتھ تو میں بالکل نہیں جاؤں گی۔ چاہے جتنی مرضی آپ کو مس ورلڈ لگوں۔ ہر مرتبہ جان بوجھ کر باہر مجھے اجاڑ حلیے میں لے جاتے ہیں تاکہ ہر کوئی آپ

کی ہی خوبصورتی کو دیکھ رہے اور خاص طور سے لڑکیاں آپ کو دیکھ کر آہیں بھریں کہ ایسے بندے کے پلے کیسی ماسی بندھ گئی ہے۔" عزہ نے غصے سے کہا۔

ابھی کل رات کی ہی تو بات تھی جب بچوں کی فرمائش پر وہ سب باہر سوپ پینے چلے گئے۔ بشر ہمیشہ کی طرح عزہ کو حلیہ ٹھیک کرنے کا موقع دیئے بغیر لے گیا جو جینز کرتے اور شرٹ میں براؤن اسکارف لپیٹے اتنی بھی بری نہیں لگ رہی تھی۔ مگر بشر ہمیشہ کی طرح کھدر کی براؤن شلوار قمیض میں ڈیشنگ لگ رہا تھا۔ ان کے پاس سے گزرتی لڑکیوں کے کمنٹ کتنی دیر تک عزہ کو رنج و غم میں جلا کر گئے جبکہ بشر نے خوب انجوائے کیا۔

"یار ا بچے کتنے کیوٹ ہیں فادر پہ گئے ہیں ماں تو عجیب جلول سی ماسی ٹائپ لگ رہی ہے۔" اس کے بعد عزہ سارے راستے بشر سے لڑتی آئی کہ خبردار جو وہ اسے آئندہ اس حلیے میں یہ کہہ کر لے کر گیا کہ آپ ہمیں تو بہت پیاری لگتی ہیں۔

"ہاہاہا ہا نہیں آپ تو میری مس یونیورس ہیں۔" بشر نے بھی اس کی بات کو خوب انجوائے کرتے محبت سے چور لہجے میں کہا۔ اس کا گمبھیر لہجہ عزہ کی ہتھیلی میں پسینہ لے آیا۔

"اچھا بس اب جھوٹ بولتے جائیں۔ پتہ نہیں کب آپ کی ناک لمبی ہوگی۔ ہم نے تو بچپن میں سنا تھا جھوٹ بولنے والوں کی ناک لمبی ہو جاتی ہے آپ کی تو وہیں کی وہیں ہے ایک انچ نہیں ہلی اپنی جگہ سے۔" عزہ کی جلی کٹی باتوں نے بشر کا موڈ فریش کر دیا تھا۔

"سوچیں اگر میری ناک لمبی ہوگئی تو بھی لوگ یہی کہیں گے کہ لمبی ناک والے بندے کی بیوی۔" بشر نے اسے چڑایا۔

"ایسی باتیں کریں گے تو واقعی نہیں جاؤں گی۔" اس نے اب کی بار دھمکی دی۔

"اچھا یار کچھ نہیں کہتا بس کپڑے ریڈی کریں باقی کا انتظام میں کرواتا ہوں۔" اس نے

ہنستے ہوئے کہا۔

''اوکے۔'' عزہ نے حیران ہوتے فون بند کیا۔

عزہ کی حیرت تب ختم ہوئی جب شام میں ایک مشہور سیلون کی ورکر کو یشر نے عزہ کے لیے سروسز کروانے کے لیے بھیجا۔

گھر پر بچوں کو دیکھتے اس نے آرام سے فیشل بھی لے لیا اور باقی کی کچھ اور سروسز بھی لے لیں۔ اب عزہ کو فنکشن میں جانے کی کوئی ٹینشن نہیں تھی۔ یشر کی اتنی کئیر کا سوچتے اس لڑکی کے جاتے ہی اس نے یشر کے نمبر پر تھینک یو کا میسج کیا۔

کچھ سیکنڈز میں ہی ریپلائی آ گیا۔

''اینی ٹائم مائی لائف۔'' یشر اس بے گریز کے باوجود اپنی فیلنگز کو عزہ پر ضرور آشکار کرتا تھا۔ کبھی اس کی تعریف کی صورت اور کبھی اس کا خیال رکھ کر اور اس کی جذبے لٹاتی آنکھیں تو ہر وقت اس کا طواف کرتی رہتیں۔

عزہ کو اب اس کی محبت کو اگنور کرنا مشکل لگنے لگ گیا تھا۔

☆......☆......☆

رات آٹھ بجے جب وہ آیا، عزہ بچوں کو ریڈی کر کے خود بھی تیار تھی۔ آف وائٹ گھٹنوں تک آتے سٹائلش سے فراک میں جس کے دامن اور گلے پر فیروزی پٹی کے اوپر خوبصورت سا کام ہوا تھا، ساتھ میں سیدھا ٹراؤزر پہنے اسکارف ہمیشہ کی طرح سر پر لپیٹے دوپٹے کو خوبصورتی سے لیے ہلکے سے میک اپ میں بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔

یشر کے لیے اس نے بلیک ڈنر سوٹ کے ساتھ آف وائٹ شرٹ اور فیروزی پلین ٹائی نکالی تھی۔ یشر اسے سراہتی نظروں سے دیکھتا تیار ہونے چل پڑا۔

کچھ دیر بعد وہ سب گاڑی میں بیٹھے حمزہ کے امی ابو کے گھر بچوں کو چھوڑنے جا رہے تھے۔
بچوں کو چھوڑ کر اب پیٹر کا رخ رائل پام کی جانب تھا جہاں ڈنر کا اہتمام تھا۔ اس نے بچوں کے اترتے ہی ہلکی آواز میں گانے لگا دیے۔

Kevin Daniel

کی خوبصورت آواز نے گویا اس لمحے پیٹر کی دھڑکنوں کا ساتھ دیا۔

I don't know why my heart feels this way when I'm with You

All is quiet, all is clam and I feel safe when I'm with you

All my war is fade away

Wont you stay, stay with me

Wont you stay, stay with me

Years goes by still you standing by my side

Lover did I ever told you enough

You are the one I was dreaming of

All the time, all the time...

Wont you stay, stay with me

Wont you stay, stay with me

Cause I've been waiting oh for you

I've been waiting for you

Oh for you....

I've ever told you clear enough

You are the one I was dreaming of

All this time, all this time...

وہ اس لمحے واقعی اسے نہیں بتا سکتا تھا کہ اس کا یشر کے ساتھ ہونا اس کے لیے اس لمحے کسی نعمت، کسی خوش کن احساس اور ایسے خواب سے کم نہیں تھا جس سے جاگنے کا انسان کا کبھی دل نہیں چاہتا۔

وہ اس کے لیے کیا تھی، وہ اسے کبھی بتا نہیں سکتا تھا۔

گاڑی رائل پام کے پارکنگ ایریا میں کھڑی کر کے وہ عزہ کو لے کر اس حصے کی جانب آیا جہاں رنگ و نور کا سیلاب امڈا ہوا تھا۔ میوزک کا خاص ارینجمنٹ کیا گیا تھا۔ شہر کے بڑے بڑے بزنس مین اپنی بیگمات کے ساتھ موجود تھے۔

یشر کو عزہ کا سراپا وہاں موجود ہر شخص کی بیوی سے کہیں زیادہ تفاخر میں مبتلا کر گیا جو اپنی خوبصورتی کو مکمل کپڑوں میں چھپائے ہوئے ان سب میں ممتاز لگ رہی تھی۔ ورنہ وہاں موجود ہر عورت کسی مرد کو شرم سے نظر جھکانے پر مجبور کر رہی تھی تو کسی کی نظر ان کو دیکھ کر بھٹکی جا رہی تھی۔

عزہ خود بھی کچھ حیرت زدہ ہو رہی تھی۔ یہاں آ کر کہاں سے کوئی کہہ سکتا تھا کہ یہ ایک اسلامی معاشرہ تھا۔ کم از کم عزہ کو تو ایسا ہی لگا کہ وہ یورپ کی کسی گیدرنگ میں آ گئی ہے۔ ہاں بہت کم ایسی خواتین اور بھی تھیں جو ذرا بہتر حلیے میں تھیں مگر آستینوں اور دوپٹے سے وہ بھی آزاد تھیں۔

بشر عزہ کو لے کر اس فنکشن کے میزبانوں سے ملا رہا تھا۔
"ہائے سو آپ بشر ہیں۔" عزہ کے عقب سے ایک آواز ابھری اور وہ آواز والی اب اس کے سامنے موجود تھی۔
"ہائے ربا ہمدانی آئی گیس؟" بشر نے کچھ دن پہلے ہی اس کا انٹرویو ایک میگ میں دیکھا تھا ماڈل اور بزنس وومن تھی۔
"او یس! کیسے ہیں، ابھی کل ہی پاپا آپ کا ذکر کر رہے تھے۔ سو گلیڈ ٹو سی یو ہمکر۔" بشر کو دیکھ کر وہ جس طرح کھلی پڑی جا رہی تھی عزہ کو ایک آنکھ نہیں بھا رہی تھی۔
"ہمم۔ اندھی نظر نہیں آ رہا کہ اس بندے کی بیوی بھی ساتھ کھڑی ہے، ہچھی چلی جا رہی ہے۔" اس نے نخوت سے سوچا۔
"تھینکس۔ میٹ مائی وائف عزہ۔" بشر بھی اس کے چہرے پر چھائی بے تحاشا خوشی اور بے باک نظریں دیکھ کر جز بز ہو رہا تھا۔ لہٰذا فوراً اس کی توجہ عزہ کی جانب دلائی۔
"اوہ آپ میریڈ ہیں۔" جس لہجے میں اس نے کہا، عزہ کو بے اختیار ہنسی آئی۔
"نائس ٹو میٹ یو۔" عزہ کی جانب ہاتھ بڑھاتے جو زبردستی کی مسکراہٹ اس کے چہرے پر آئی تھی، عزہ کا دل کیا اس کے ہاتھ کی جگہ اس کا گلا دبا دے۔
یہ اس کی بشر کے ساتھ شادی کے بعد پہلا ایسا موقع تھا جب کوئی لڑکی اتنی ڈھٹائی سے اس کے سامنے بشر کو لائن مار رہی تھی۔ عزہ نے ایک ہلکی سی مسکراہٹ سے بادل نخواستہ اس کا ہاتھ تھاما۔ مگر ایسے رویے کے بعد بھی وہ بشر کے ساتھ چپکی جا رہی تھی۔ باتوں سے بات نکال رہی تھی۔ اور عزہ غصے سے دل میں پیچ و تاب کھا رہی تھی۔ یکدم اس کے دل میں جانے کیا سمائی کہ بشر کے بازو میں اپنا ہاتھ حمائل کر کے اس کے کچھ اور نزدیک ہوئی۔

ربا سے بات کرتے بشریٰ کی سب حسیات عزہ کی جانب ہی تھیں۔ دل میں حیران ہوا۔ پھر عزہ جواب بالکل اس کے پہلو کے ساتھ لگی کھڑی تھی۔ یکدم ہاتھ بڑھا کر اس کے کالر سے جیسے کوئی نادیدہ گرد جھاڑنے لگی۔ پھر وہ ہاتھ بشریٰ کے سینے پر دھرا۔

اب کی بار بشریٰ نے بھنویں اچکا کر عزہ کی جانب اپنی چمکدار مگر شرارت سے بھرپور آنکھوں کا رخ کیا جیسے پوچھ رہا ہو۔ "خیریت ہے مارنے کا ارادہ ہے کیا؟"

"آپ کے کالر پر میرا بال لگا تھا، وہ ہٹا رہی تھی۔" اس کی آنکھوں کا مفہوم جانتے ہوئے بھی انہیں نظر انداز کر کے اس نے بشریٰ کو دیکھ کر معصوم بن کر کہا۔ اور اس کے جواب پر بشریٰ اسے سراہے بغیر نہ رہ سکا جو اس کے قریب بھی نہیں آئی تھی اس کا بال بشریٰ کے کالر پر کہاں سے آ گیا تھا۔

"اف یو ڈونٹ مائنڈ، مجھے تھوڑی دیر بیٹھنا ہے، اب میں کھڑے ہو کر تھک گئی ہوں۔" عزہ نے ایسے ناز سے اسے دیکھتے ہوئے اور ربا کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے کہا کہ بشریٰ کا دل کیا ان حرکتوں پر واقعی اسے آسکر دے جو ربا سے جیلس ہو کر وہ کچھ کر رہی تھی جسے وہ اکیلے میں بھی بشریٰ کے ساتھ کرنے کا سوچ نہیں سکتی تھی۔

"اوکے ڈئیر، ایکسکیوز می ربا۔" بشریٰ کو آخر اس چیسٹری سے معذرت کرنی پڑی۔ یہ نام چیسٹری بھی عزہ نے اس کے لیے سوچا تھا۔

"اب آپ کی ناک لمبی ہونے کا ویٹ کرنا پڑے گا۔" بشریٰ اسے ایک محمل کے پاس لے آیا اور کرسی کھینچ کر اسے بٹھانے لگا پھر ساتھ والی کرسی پر خود بیٹھتے ہوئے بولا۔ عزہ نے گویا اس کی بات سنی ہی نہیں۔ ادھر ادھر لوگوں کو دیکھنے لگی۔

وہ جو کچھ دیر پہلے بشریٰ کے ساتھ ایسے پیش آ رہی تھی جیسے وہ دونوں بہت محبت کرنے والا

مکمل ہو، اب ساتھ بیٹھے یشر کی بولتی آنکھوں سے نظریں چرا رہی تھی۔
کیوں، کیسے اور کس لیے وہ یہ سب کر گئی تھی اب بھی اس کا جواب خود کو بھی نہیں دے پا رہی تھی۔ بس اتنا جانتی تھی کہ اسے یشر کا کسی لڑکی سے اتنا بے تکلف انداز پسند نہیں آیا تھا۔
"میں پوچھ سکتا ہوں یہ کچھ دیر پہلے کیا ہوا تھا؟"
"اف یہ تو بال کی کھال نکالنے بیٹھ گئے ہیں۔" یشر کے سوال پر وہ نادم کیا ہوتی بلکہ وہ تو چڑ گئی۔
"کچھ نہیں آپ کو ایک نامحرم لڑکی سے بچا رہی تھی۔" شرمندہ ہوئے بغیر وہ اپنے مخصوص خود اعتمادی بھرے انداز سے بولی۔
"ہاہا اور یہ جو محرم ہے خود کو بچانے کی کوشش ہے اس کا کیا؟" یشر کے سوال پر وہ جواب تو کیا دیتی یکدم موبائل نکال کر کان سے لگایا۔
"ہیلو، جی امی، بس نکل رہے ہیں اب۔"
"چلیں اب بچے امی کو پریشان کر رہے ہیں۔" فون بند کرتے اس نے یشر کی جانب دیکھا اور پھر اس کی کھوجتی آنکھوں سے نظریں چرا کر آنکھیں جھکا گئی۔ جو ٹکٹکی باندھے نجانے اس کے چہرے پر کیا تلاش کر رہا تھا۔
کھانا کچھ دیر پہلے ہی وہ کھا چکے تھے سو اب زیادہ دیر رکنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ یشر گاڑی کی چابیاں اٹھائے خاموشی سے اٹھ کر چلنے لگا اور وہ اس کی پیروی کرتی پیچھے آئی۔
"ارے آپ جا رہے ہیں۔" جس لمحے وہ دونوں اس ڈنر کے میزبانوں سے اجازت لے رہے تھے ربا پھر سے ان کی جانب آئی اور عزہ یشر کی جانب کھسکی۔
"جی، بچے نانو کے گھر ویٹ کر رہے ہیں ہمارا۔" اب کی بار عزہ نے اس کی جانب سپاٹ

لہجے میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''اوہ نائس، آپ کے بچے بھی ہیں۔ اچھا بشر میں کچھ دنوں تک آپ کے آفس آؤں گی مجھے کچھ اسپورٹس آئٹمز چاہئیں تو میں بل کرتی ان کی کوالٹی بتاؤں گی۔'' عزہ کو یکدم نظر انداز کرتی وہ پھر بشر سے مخاطب ہوئی۔

''اوکے ڈیئر شی یو سون۔'' بشر کی جانب اپنا ہاتھ بڑھاتی وہ مسکرا کر بولی۔ بشر حقیقت میں گھبرا گیا تھا۔ عزہ نے شرربار نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا مگر چہرے پہ مصنوعی مسکراہٹ لاتے ہوئے اس کا ہاتھ تھاما۔

''نائس ٹاکنگ ٹو یو ڈیئر۔ بٹ ان فارچونیٹلی بشر ڈونٹ لائیک دس کائنڈ آف فرینکنیس وِدان نون گرلز ہوپ یو ڈونٹ مائنڈ، شیل وی گو ناؤ۔''

بڑے اعتماد سے وہ ربا کو اس کی حیثیت باور کرا گئی تھی۔ بشر اس کے اسی اعتماد کا تو دیوانہ تھا۔ آخری جملہ بشر سے کہتے وہ بشر کے ساتھ آگے قدم بڑھا چکی تھی۔

''اف کس قدر ڈھیٹ لڑکی تھی۔ چپکی چلی جا رہی تھی۔'' جیسے ہی بشر نے گاڑی آگے بڑھائی عزہ کے تبصرے شروع ہوئے۔

''خیر چپک وہ تو نہیں رہی تھی۔'' بشر کی دھیمی مگر جتاتی مسکراہٹ نے عزہ کو جو سمجھانا چاہا وہ بڑی اچھی طرح سمجھ گئی۔

''ہاں تو بیوی ہوں آپ کی۔'' وہ اس وقت جو جیلسی محسوس کر رہی تھی باقی تمام احساسات پہ یہ ایک احساس غالب آ چکا تھا۔ اور وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ بشر کے سامنے حماقتیں کر کے وہ احساسات بھی عیاں کر رہی ہے جن کو وہ خود سے بھی ماننے میں تامل کا شکار تھی۔

''بیوی۔'' بشر نے ''بیوی'' کو کھینچتے ہوئے کسی قدر حیرت کا اظہار کیا۔ اب کی بار عزہ کو کچھ

احساس ہوا اپنی حماقت کا تو خاموش ہوگئی۔

"میرا تو خیال ہے رہا سے اب روز ہی ملنا چاہیے۔ کم از کم اس کی مہربانی سے بہت سے راز کھل رہے ہیں۔" اب کی بار بشر نے اسے چڑایا، عزہ اب بھی خاموش رہی۔

"یہ میں کیا کرنے چلی تھی۔" اسے اپنی کچھ دیر پہلے کی حرکتیں سوچ کر خود پر غصہ آیا۔ جب کہ بشر اس کی باتیں اب تک انجوائے کرتے زیر لب مسکرا رہا تھا۔

عزہ کے امی ابو کے گھر کے آگے گاڑی روکتے بشر نے یکدم عزہ کا گود میں پڑا موبائل پکڑا۔ عزہ نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔ بشر نے کال لوگ کھولتے عزہ کے سامنے کیا جہاں لاسٹ کال میں بشر کی صبح والی کال تھی۔ یعنی وہاں سے اٹھتے ہوئے عزہ نے ماں کے فون والا جھوٹ بولا تھا۔

"آپ کی ناک اب کتنی لمبی ہونی چاہیے۔" بشر اسے چڑاتے ہوئے ہونٹوں میں مسکراہٹ دباتا ہوا بولا۔

"ہر وقت میری کھوج میں نہ رہا کریں۔"

عزہ چڑ گئی یا اپنا آپ کھلنے پر خفا ہوئی۔ بشر ہنستا ہوا گاڑی سے باہر نکلا۔ وہ جان گیا تھا کہ عزہ اس کی محبت میں اب بندھنے لگی تھی۔

☆......☆......☆

وہ بچوں کے سکول کے پاس ہی تھی کہ اسے یاد آیا وہ اپنا پرس تو لانا ہی بھول گئی ہے۔ پچھلے کچھ دن لگا کر بشر نے اسے گاڑی چلانا سکھا دیا تھا تاکہ کبھی ایمرجنسی میں وہ صرف ڈرائیور پہ ڈیپینڈ نہ کرے۔

ایک ہفتے میں ہی وہ کافی اچھی گاڑی چلانا سیکھ گئی تھی۔ ہمیشہ کی طرح بشر کو اسے سکھاتے

ہوئے بے حد مزہ آیا۔

"آئی وش میں آپ کا ٹیچر ہوتا آپ کو کچھ بھی سکھا کر اس وقت بہت خوشی ہوتی ہے جب آپ نہ صرف جلدی پک کرتی ہیں بلکہ اتنا اچھا رزلٹ شو کرتی ہیں۔" بشر اسے فخر سے دیکھتے ہوئے بولا۔

اور آج وہ خود گاڑی چلا کر بچوں کو اسکول لینے جا رہی تھی اور وہاں سے اسے انہیں ساتھ لے جا کر کچھ شاپنگ کرنی تھی، مگر اب وہ گھر سے اتنی دور آ گئی تھی کہ واپس جانے میں ٹائم لگ جاتا۔

دماغ میں کوئی ترکیب سوچتے یکدم اسے یاد آیا کہ بشر کا آفس بچوں کے اسکول کے پاس ہے۔ اس نے گاڑی بشر کے آفس کی جانب بڑھا دی۔

"بشر ہیں آفس میں؟" عزہ جوں ہی اس کے آفس میں آئی سب سے مل کر بشر کی سیکرٹری کے پاس آ کر اس سے پوچھا۔ وہ چونکہ نئی نئی اپائنٹ ہوئی تھی لہٰذا وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ عزہ بشر کی وائف ہے۔

"پلیز میڈم، آپ ویٹ کریں سر اندر میٹنگ میں بزی ہیں۔" اس نے اپنے پیشہ ورانہ انداز میں عزہ کو ہاتھ کے اشارے سے سامنے رکھے صوفے پر بیٹھنے کا کہا۔

"پلیز آپ ان سے کہیں عزہ ہے اور ارجنٹ ملنا ہے صرف دو منٹ کے لیے میری بات سن لیں۔" اس نے ہاتھ میں پہنی گھڑی دیکھتے ہوئے لجاجت سے کہا۔ نجانے میٹنگ کب اور ہونی تھی۔

"آپ کی کیا کوئی اپائنٹمنٹ تھی۔" سیکرٹری کی بات پر اس کی بھنویں تن گئیں۔

"مجھے کسی اپائنٹمنٹ کی ضرورت نہیں۔" کہتے ساتھ ہی اس نے موبائل نکال کر بشر کو کال

کی جو اس نے دو بیلوں کے بعد کاٹ دیا۔ عزہ حیرت کے صدمے سے دوچار ہوئی۔

''میٹنگ کس کے ساتھ ہے۔'' اس نے سامنے بیٹھی لڑکی سے پوچھا۔

''میم رباہمدانی سے ہے۔ آپ پلیز بیٹھ جائیں۔'' یہ نام سنتے ہی عزہ کے تو تن بدن میں گویا آگ لگ گئی۔ اب کی بار کچھ کہے بغیر وہ سید حا یشر کے روم کے دروازے کی جانب بڑھی۔ جبکہ یشر کی سیکرٹری ارے ارے کرتی رہ گئی۔

ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر وہ اندر تھی۔ جہاں سامنے ٹیبل کے اس طرف یشر تھا اور ٹیبل کے اس طرف ربا تھی۔ ٹیبل پر لیپ ٹاپ کھلا ہوا تھا جس میں سے وہ یشر کو کچھ تصویریں دکھا رہی تھی۔

دروازے کی آواز پر ان دونوں نے جوں ہی سامنے دیکھا یشر، عزہ کو دیکھتا خوشگوار حیرت سے اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔

''سر آئیم سوری یہ میم اندر آ گئیں۔ میں نے انہیں روکا بھی تھا مگر یہ کچھ سن ہی نہیں رہی تھیں اور......'' یشر کی سیکرٹری جو عزہ کی اس حرکت پر صفائیاں دے رہی تھی اس ڈر سے کہ اس کی جاب کہیں اس بات پر نہ چلی جائے یشر کے ہاتھ اٹھا کر اسے بولنے سے روکنے پر خاموش ہوگئی۔

''اٹس او کے، انہیں تو میرے آفس میں کہیں بھی آنے کا پورا اختیار ہے کیونکہ یہ میری مسز ہیں۔'' یشر نے عزہ کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر اپنی سیکرٹری کو کہا جبکہ عزہ کینہ توز نظروں سے ربا کو گھور رہی تھی۔ جس کی نگاہیں یشر پر تھیں۔

''آپ پلیز اپنی سیٹ پر جائیں مس حجاب۔'' یشر سیکرٹری کو واپس بھیجتا ہوا اب عزہ کی جانب دیکھنے لگا۔

"بتا تو دیتیں آپ آنے سے پہلے مگر آپ کا آنا پلیزنٹ سرپرائز ہے۔" بشریٰ کی مسکراتی نظریں ہمیشہ کی طرح اس کا طواف کررہی تھیں۔

"آپ کو فون کیا تھا مگر آپ شاید زیادہ بزی تھے کہ کال اٹینڈ نہیں کی۔ ہائے رہا ہاؤ آر یو۔" بشریٰ کو گھورتی وہ رہا کی جانب متوجہ ہوئی جس کی ٹکٹکی بشریٰ پر بری طرح بندھی ہوئی تھی۔

"اوہ ہائے۔" وہ جیسے نیند سے جاگی تھی۔ عزہ کا دل کیا آج واقعی وہ ان کا گلا دبا دے جو نائٹ جمعہ پڑا تھا ہی نائٹ ہائی نیک پہنے بشریٰ کے سامنے بیٹھی تھی۔

"پلیز بیٹھیں عزہ۔" وہ جو ابھی تک کھڑی تھی بشریٰ نے اسے بیٹھنے کا کہا۔

"نہیں بیٹھ سکتی نہیں، ابھی بچوں کو پک کرنے سکول جا رہی تھی وہاں سے شاپنگ پر جانا تھا مگر آدھے راستے میں یاد آیا کہ بیگ تو پکڑا ہی نہیں اب آپ کے کریڈٹ کارڈز چاہئیں۔" وہ بشریٰ کے قریب جا کر ساری بات بتاتے ہوئے بولی۔

"اتنی سی بات، یہ لیں۔" بشریٰ اس کے مان بھرے انداز پر گویا نثار ہی تو ہو گیا تھا۔

وہ جلدی سے سیٹ پر بیٹھتے اپنے لیپ ٹاپ بیگ میں سے کارڈز نکالنے لگا۔

"ارے آپ رہنے دیں، میں نکال لیتی ہوں۔" اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے وہ بشریٰ کی سیٹ کے پیچھے سے آ کر میز کے پاس پڑے لیپ ٹاپ بیگ میں سے کارڈز نکالنے لگی۔

بشریٰ اس کے ہاتھ اپنے کندھوں پر رکھنے کا مقصد سمجھ گیا تھا جو رہا کو یہ جتانا چاہتی تھی کہ وہ بشریٰ کی محبوب بیوی ہے۔

"سوری ٹو ڈسٹرب یو پلیز کیری آن یور میٹنگ۔" ایک مرتبہ پھر بشریٰ کے کندھوں پر اپنے ہاتھ کا دباؤ ڈال کر وہ ان سے مخاطب ہوتی بشریٰ کے روم سے باہر آ گئی، مگر اب سارا دھیان ان دونوں کی جانب لگا ہوا تھا۔ کچھ اپنی حماقتیں بھی یاد آئیں کہ آخر کیوں وہ بشریٰ اور اپنے درمیان

دوری برقرار رکھے ہوئے۔ اگر بشر اس سے دلبرداشتہ ہو کر کسی اور لڑکی کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے تو اس سب میں قصوروار کون ہوگا۔

وہ اپنی غلطیوں کو تسلیم کر رہی تھی، مگر اب مسئلہ یہ تھا کہ اپنی انا کی دیوار اتنی اونچی کر چکی تھی کہ اس کو گرانے یا اسے پار کر کے دوسری جانب اب وہ کیسے آتی۔ انہی سوچوں میں اس نے بچوں کو پک کر کے نجانے کیا خریدا، اسے خود بھی کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ دل اور دماغ دونوں بشر کے آفس میں لگے ہوئے تھے۔

شام میں جب بشر گھر آیا تب بھی اسے سمجھ نہیں آئی کہ کیسے رہا کے بارے میں اس سے استفسار کرے۔ بچے جوش و خروش سے بشر کو اپنی شاپنگ دکھا رہے تھے۔ عزہ چائے بنا کر لائی، ایک کپ بشر کے قریب رکھا جو اب شلوار قمیض اور شال کندھوں پہ لیے بچوں کی کہانیاں سن رہا تھا۔

عزہ کو شلوار قمیض آدمیوں کو پہنی بھی اتنی اچھی نہیں لگی تھی جتنی اسے بشر کو پہنی ہوئی دیکھ کر لگتی تھی۔ اس کا دراز قد کچھ اور دراز لگتا تھا اور چوڑے شانوں کے گرد لپٹی شال اسے اور بھی زیادہ خوبرو بناتی تھی۔ وہ بھی اپنا کپ لیے خاموشی سے بشر کے ساتھ ہی تھوڑا فاصلہ رکھ کر اسی کے صوفے پر بیٹھ گئی۔

بشر اس کی گم صم کیفیت نوٹ کر چکا تھا مگر اس سے پوچھا نہیں، وہ چاہتا تھا عزہ خود بتائے کہ کیا ہوا ہے۔

"رہا کے ساتھ آپ کوئی پراجیکٹ کر رہے ہیں یا ویسے ہی وہ آپ کے آفس آئی تھی۔"

عزہ نے بشر سے سوال کرتے سرسری انداز اپنایا تھا مگر بشر اپنا بے ساختہ قہقہہ نہ روک سکا۔ آخر بلی تھیلے سے باہر آ ہی گئی تھی۔

"میں نے کوئی ہنسنے کی بات نہیں کی۔" بشر کے قہقہے پر عزہ نے برا مناتے ہوئے کہا۔ بچے اب اپنی اپنی کلرنگ بکس کی جانب متوجہ ہو چکے تھے جو عزہ نے انہیں آج دلائی تھیں۔

"آپ کو آخر اس سے اتنی ان سیکیورٹی کیوں ہے۔" چائے کا سپ لیتے یہ بات کہہ کر گویا بشر نے عزہ کے غصے کو ہوا دی تھی۔

"بیچاری۔ کہاں سے بیچاری نظر آتی ہے وہ آپ کو۔ اس بری طرح آپ کو گھورتی رہتی ہے جیسے کبھی کوئی اچھی شکل کا بندہ نہیں دیکھا۔" عزہ کے رہا کے لیے بیچاری کا یہ لفظ وہ بھی بشر کے منہ سے ہضم نہیں ہو رہا تھا۔

"آپ کو تو خوش ہونا چاہیے کہ وہ آپ کے شوہر کی خوبصورتی سے اتنی متاثر ہے۔" بشر کے شرارتی لہجے نے عزہ کو مزید پتنگے لگائے۔

"اور آپ کس حد تک اس کی خوبصورتی سے متاثر ہیں۔" اس نے بھنویں سکیڑ کر بشر کو گھورا جس کی محبت پاش نظریں اسی کے گرد تھیں۔ اس نے آہستہ سے عزہ کا صوفے پر دھرا ہاتھ تھاما۔

"آپ سے نظر ہی نہیں ہٹتی کہ کسی اور کی خوبصورتی نظر آئے۔" سر جھکائے عزہ کے ہاتھ کو دیکھتا اس کی انگلیوں کو سہلاتا ہوا آنچ دیتے لہجے میں بولا۔

عزہ کا دل زور سے دھڑکا، اس سے پہلے کہ وہ ہمیشہ کی طرح وہاں سے بھاگتی یا کچھ کہتی بشر کا موبائل بجنے لگا۔ اس نے عزہ کا ہاتھ چھوڑتے فون کان سے لگایا۔

"السلام علیکم ممی، کیسی ہیں آپ۔" بشر کے ممی کہنے سے وہ سمجھ گئی کہ کس کا فون ہے۔ وہ خاموشی سے اپنی چائے ختم کرنے لگی۔

"جی ممی، سب ٹھیک ہیں۔ آپ کی بہو پاس ہی بیٹھی ہے۔" اس نے عزہ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"یاد ہے ممی ڈونٹ وری، اس ویک اینڈ پر ہم آپ کے پاس ہی ہوں گے اور شادی اٹینڈ کر کے ہی واپس آئیں گے۔" بشر نے انہیں یقین دلاتے ایک دو اور ادھر ادھر کی باتیں کیں اور فون رکھ دیا۔

"فروا کی شادی ہے نیکسٹ ویک۔" بشر، عزہ سے مخاطب ہوا۔

"جی مجھے لاسٹ ویک اینڈ پر ممی نے بتایا تھا آج اسی لیے بچوں کی شاپنگ کروائی تھی۔" عزہ نے اسے شاپنگ کا اصل مقصد بتایا۔

"اور آپ کی شاپنگ۔" بشر نے چائے کے آخری گھونٹ لیتے عزہ سے سوال کیا۔

"اتنے سارے کپڑے ہیں جو شادی پر ممی نے لیے تھے۔ انہی میں سے پہن لوں گی۔" عزہ نے اپنی جان بچائی۔ وہ ویسے بھی کپڑوں کا ڈھیر اکٹھا کرنے کی اتنی شوقین نہیں تھی۔

"اگر میں آپ کے لیے کچھ ڈریسز لے لوں تو آپ پہنیں گی؟" بشر نے مان سے سوال کیا۔

"کیا ضرورت ہے۔" اس نے ٹالنا چاہا۔

"میری خواہش ہے۔" بشر نے بھرے بھرے مان سے کہا۔ ایک ان کہا رشتہ ان کے مابین بن چکا تھا۔

"آپ کی چوائس پر مجھے بھروسہ نہیں۔" اس نے ایک ادا سے کہا۔

"ہاہاہا، آپ بھی میری ہی چوائس ہیں۔" بشر نے اس کی بات کا مزہ لیتے ہوئے اسے کچھ یاد کروانا چاہا۔

"ہر دفعہ بندے کی قسمت اچھی نہیں ہوتی کہ اسے کوئی اچھی چیز مل جائے۔" عزہ کے ناز بشر کے حواسوں پر چھانے لگے تھے اب۔

"بھروسہ تو کر کے دیکھیں۔" بشر نے اسے کنوینس کرنا چاہا۔

"چلیں دیکھتے ہیں کہ آپ کے پسند کردہ ڈریسز کیسے ہوں گے۔ لیکن اگر مجھے پسند نہ آئے تو میں پہنوں گی نہیں پہلے بتا رہی ہوں۔" اس پر گویا احسان کرتے عزہ نے بشر کو اجازت دی۔

"او کے ڈن۔" بشر نے اس کی بات مانتے ہوئے کہا۔

☆......☆......☆

جمعہ کی رات میں وہ لوگ بائے روڈ اسلام آباد کی جانب نکلے جہاں انہوں نے بشر کے ماموں کی بیٹی فزا کی شادی میں شرکت کرنی تھی۔ بچوں کے اسکول سے انہوں نے تین چار دن کی چھٹیاں لے لی تھیں۔ کیونکہ شادی کے فنکشن اتوار کی رات سے شروع ہو رہے تھے۔

بچے اتنے لمبے سفر کے لیے بہت ایکسائیٹڈ ہو رہے تھے۔ عزہ نے کھانے پینے کا کچھ سامان رکھ لیا تھا۔ نوکروں کو ہدایات دے کر اور گھر کی حفاظت کا کہتے وہ نو بجے رات میں گھر سے نکل پڑے۔

موٹروے کے راستے انہوں نے جانا تھا۔ عزہ بشر کے ساتھ آگے جبکہ بچے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ بشر آفس سے سیدھا عزہ کے لیے شاپنگ کرنے چلا گیا تھا۔ اس نے کیا کچھ لیا تھا، عزہ بے خبر تھی۔ اس نے کچھ بھی اسے نہیں دکھایا تھا سارے شاپنگ بیگز اسی طرح گاڑی میں رکھ دیے تھے۔

عزہ دل میں ہول رہی تھی کہ نجانے کیا لے آیا ہے۔ بچے کچھ دیر بعد سو گئے تھے۔

"بچوں کو دیکھ کر تو مجھے بھی نیند آ رہی ہے۔" عزہ بچوں کے اوپر کمبل دیتے ہوئے بولی۔ دسمبر کی سرد راتیں تھیں۔ حالانکہ گاڑی میں ہیٹر آن تھا پھر بھی لگ رہا تھا نجانے کہاں کہاں سے سرد ہوائیں آ رہی تھیں۔

"خبردار اگر آپ سوئیں، آپ کو پتہ ہے اس طرح سب کا گاڑی میں سو جانا خاص طور پہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے بندے کا ڈرائیور کے ساتھ سونا بہت خطرے کا باعث ہوتا ہے۔ اگر آپ کو دیکھ کر مجھ پر بھی غنودگی طاری ہو گئی تو۔" یثرب نے عزہ کو ڈرانا چاہا۔ مقصد صرف اس کو جگا کر رکھنا اور اس کے ساتھ کو محسوس کر کے اس سفر کو یادگار بنانا تھا۔

"اچھا اب ڈرائیں تو مت، جو تھوڑی بہت نیند آ رہی تھی وہ بھی بالکل اڑ گئی ہے۔" عزہ نے دہل کر اسے ٹوکا۔ یثرب دل میں اس کی معصومیت پہ مسکرایا۔ عزہ نے ہاتھ بڑھا کر اسٹیریو آن کیا کہ گانے سن کر وہ تھوڑا فریش ہو جائے گی۔

Troyne Wells کے گانے نے دونوں کو کچھ لمحے ساکت کیا

You light me up
You set the sun
You bring the crowd down to one

I dream of you in the morning
Until the day is done
And then again
When evening comes

All my life
I've waited for this moment now

In your eyes

Finally I know I am found

So good to feel this way

Can't find the words to say

But I'll show you how

All my life

I've waited fort this moment now

You are the spring

You are the fall

My big debut, My curtain call

The world is covered in beauty

And through the cracks in the wall

I see your light be hind it all

There's nothing I'd rather do

Than be here right with you

This moment, this moment, this moment now

"ایٹز آ ٹائم ویٹنگ فار مائی مومنٹ۔" بشریٰ کی سرگوشی عزہ کی دھڑکنوں کو درہم برہم کر گئی۔ اس نے خاموشی سے رخ کھڑکی کی جانب کر لیا جہاں اندھیرے میں وہ کیا کھوج رہی تھی بشریٰ جاننے سے قاصر تھا۔

کچھ دیر بعد بچے اٹھ گئے تو انہوں نے بھوک بھوک کا شور مچا دیا۔ عزہ نے اپنے پاس ہی کھانے پینے کی چیزوں کا لفافہ رکھا ہوا تھا۔ اس میں سے سینڈوچ نکال کر بچوں کو پکڑائے۔

"میں نے بھی صبح سے کچھ نہیں کھایا۔" بشریٰ نے سارے جہاں کی بے چارگی اپنے لہجے میں سمیٹتے ہوئے کہا۔

"تو کھا لیں میں نے کب منع کیا ہے۔" عزہ نے اس کی بات پر حیرانگی سے کہا۔

"اب ڈرائیو کروں کہ کھاؤں اور یہاں میں سائیڈ پر روک بھی نہیں سکتا۔" بشریٰ کی بات پر اس نے ناسمجھی سے اس کی جانب دیکھا۔

"تو اس بات کا کھانے سے کیا تعلق۔" اس نے مزید حیران ہو کر بشریٰ سے پوچھا۔

"تو اس کا یہ مقصد کہ آپ مجھے کھلا دیں۔" بشریٰ کی بات پر اس کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے کھل گئیں۔

"جی نہیں، ایک ہاتھ میں پکڑیں اور ہائنس کھاتے جائیں۔" اس نے شدت سے بشریٰ کی بات میں چھپی خواہش کی نفی کرتے ہوئے کہا۔

"یار میرا کوئی احساس نہیں۔" بشریٰ نے اسے جذباتی کرنا چاہا۔

"میں نے کب کہا ہے کہ نہیں کھائیں۔" اس نے پھر سے اس کی بات کی نفی کی۔

"عزہ۔" اب کی بار بشریٰ نے افسردگی سے بس اتنا ہی کہا۔

"اچھا کھلاتی ہوں مگر آپ نے تنگ نہیں کرنا اچھے بچوں کی طرح کھا لینا ہے۔" عزہ اس

کی اموشنل بلیک میلنگ میں پوری طرح پھنس گئی تھی۔

''بالکل نہیں کروں گا۔'' بشر نے سنجیدگی سے کہا۔

اس کے سامنے دیکھنے کی وجہ سے عزہ اس کی نظروں میں چھپی شرارت بھانپ نہیں سکی۔ کچھ نوالے تو بشر نے شرافت سے کھائے جبکہ عزہ کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ آخری بائٹ پر بشر نے اس کی انگلی کی بائٹ بھی لی۔ عزہ نے زوردار چیخ ماری۔ بشر اور بچے ہنسنے لگ گئے۔

''بہت خراب ہیں آپ، آئندہ کبھی آپ کی باتوں میں نہیں آؤں گی۔ یہ کوئی شرافت سے کھایا ہے آپ نے۔'' عزہ نے اپنی انگلی سہلاتے غصے سے بشر کو گھورا۔

''سارا شرافت سے ہی کھایا تھا بس آخر میں آپ کی انگلی ہی میرے دانتوں میں پھنس گئی۔'' بشر کہاں ہارنے والوں میں سے تھا ایک سے ایک دلیل نکالتا تھا۔

''ہاں انگلی نہ ہو گئی بوٹی ہو گئی جو آپ کے دانتوں میں پھنس گئی۔'' عزہ نے منہ پھلاتے ہوئے کہا۔

''اچھا دکھائیں کہاں لگی ہے۔'' بشر نے ہنستے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا۔

''اب ان حرکتوں سے کچھ نہیں ہو گا نہ آپ کی ڈرائیونگ کو۔'' عزہ نے اس کے ایک ہاتھ سے ڈرائیونگ کرتے ہاتھ کو دیکھ کر اس پر چوٹ کی۔ باقی تمام راستہ عزہ نے غصے میں ہی گزارا۔

☆......☆......☆

بچے وہاں دادا، دادی کے پاس پہنچ کر بے تحاشا خوش تھے۔ عزہ بھی سب کے بیچ خوش اور مطمئن تھی۔ سب نے اتنا پیار اور عزت دی تھی کہ وہ اللہ کا شکر کرتے نہیں تھکتی تھی۔

مہندی والے دن بشر نے اسے شادی پر پہننے والے کپڑے دکھائے جو اس نے عزہ کے

لیے خریدے تھے۔ مہندی کے لیے اس نے چنا پٹی کا غرارہ جس کے ساتھ پرپل شرٹ اور اورنج دوپٹہ گوٹے کے خوبصورت کام سے سجا تھا۔

بارات کے لیے خوبصورت سا ڈل گولڈ کا فراک تھا جس پر میرون پٹی لگی ہوئی تھی۔ میرون ہی چوڑی دار پاجامے کے ساتھ۔ جبکہ ولیمے کے لیے بشر نے پیچ کلر کی ساڑھی لی تھی۔ باقی ڈریسز تو عزہ کو اچھے لگے تھے مگر مہندی والا بہت شوخ لگ رہا تھا۔

"یہ بہت لاؤڈ کلر ہے۔" اس نے کسی قدر پریشانی سے بشر کو کہا۔ کیونکہ بشر نے اسے کوئی اور سوٹ رکھنے بھی نہیں دیا تھا۔

"کوئی لاؤڈ نہیں ہے۔ اپنی مرضی کریں اگر پھر کسی نے ماسی کہا تو مجھ سے آ کر نہیں لڑنا۔" بشر نے ہری جھنڈی دکھائی۔ عزہ کشمکش میں تھی۔

شام میں جب بشر عزہ کو مہندی کے فنکشن کے لیے گھر سے نکلنے کے لیے کمرے میں بلانے آیا تو شیشے کے سامنے اسی لباس میں کھڑی عزہ نظر آئی جو بشر اس کے لیے لے کر آیا تھا۔

کچھ لمحوں کے لیے تو بشر اپنی جگہ سے ہل نہ سکا۔ سفید کرتے شلوار پر پرپل ویسٹ کوٹ پہنے بشر بھی کم خوبصورت نہیں لگ رہا تھا مگر عزہ تو اس وقت حقیقت میں بشر کے ہوش اڑا رہی تھی۔

ڈریسنگ کے شیشے سے وہ با آسانی ان کا خوبصورت روپ دیکھ سکتا تھا جو فرنچ ناٹ بنائے ایک جانب جھومر لگائے ہلکے سے میک اپ میں اپنے نیکلس کا لاک بند کرنے کے جتن کر رہی تھی۔

بشر بے آواز قدموں سے چلتا اس کے پیچھے کھڑا ہوا۔

"اف کیا مصیبت ہے، چھوڑو پرے اس نیکلس کو۔" وہ جو سر نیچے کیے نیکلس کے لاک

سے نبرد آزما تھی اب تنگ آ کر اسے اتارنے والی تھی کہ دو ہاتھ اس کے ہاتھوں پر آ کر ٹھہرے۔ اس نے ڈر کر شیشے کی جانب دیکھا تو یشر کا عکس دیکھ کر جہاں مطمئن ہوئی وہاں شرم سے اس کے گال بھی دہک اٹھے۔

یشر کی جذبے لٹاتی آنکھیں اسے بہت کچھ سمجھا رہی تھیں۔

"چھوڑیں میں بند کر دیتا ہوں۔ بند کر دوں؟" اسے پہلے پیشکش کرتے آخر میں اس نے ہمیشہ کی طرح پیش قدمی کرنے سے پہلے اجازت لی۔

"جی۔" عزہ نے خاموشی سے نظریں جھکاتے اجازت دی۔ یشر کے ہاتھوں کا لمس اس کے پورے جسم میں کپکپی لے آیا۔

شکر تھا کہ یشر نے شرافت سے لاک لگایا اور پیچھے ہٹ گیا، مگر عزہ کو نکلنے کا راستہ نہیں دے رہا تھا کیونکہ وہ اس کی جانب دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔ جس طرف وہ ہوتی یشر بھی اسی جانب ہو جاتا۔ آخر تنگ آ کر سر اٹھا کر اسے خفگی سے ایک گھوری سے نوازا۔

یشر مسکرایا۔ وہی جان لیوا مسکراہٹ جو عزہ کو اپنی جانب کھینچتی تھی۔

"اب میری عزہ لگی ہیں نا۔ مجھے ڈرانے والی۔ مجھ سے ڈرنے اور شرمانے والی عزہ کچھ اتنی خاص نہیں لگتی۔" یشر کی بات پر مسکراہٹ عزہ کے ہونٹوں پر بکھری۔

"اتنے آپ ڈرنے والے۔" عزہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور اس کی پیروی کرتی کمرے سے باہر آ گئی۔

جب وہ لوگ مہندی کے فنکشن میں پہنچے لڑکے والے آ چکے تھے۔ فریحہ بیگم نے عزہ کو اپنے سب رشتے داروں سے ملایا۔

"ارے عزہ! تم یہاں۔ اس دن بھی ریسٹورنٹ میں ہمیں دیکھ کر چلی گئی تھیں۔" عزہ اور

بشر جو اسٹیج سے تھوڑی دور کھڑے مہندی کی رسم کی تصویریں کھینچ رہے تھے۔ کسی کی آواز پر چونک کر مڑے۔

عزہ تو اپنے سامنے کھڑی ہستی کو دیکھ کر ششدر رہ گئی لیکن بشر اس لڑکی کو نہیں جانتا تھا جو عزہ سے مخاطب تھی، مگر لگتا تھا کافی شناسا ہے جو بڑی بے تکلفی سے اس سے مخاطب تھی۔

"کیسی ہو بھئی، تم نے تو ایسا ہم سے ملنا چھوڑا کہ کبھی چچا چچی کو بھی ہم سے ملنے نہیں دیا۔" وہ لڑکی کوئی پرانے گلے شکوے کھولے بیٹھی تھی۔ اس کے چچا چچی کہنے سے بشر کو اتنا تو سمجھ آ گئی کہ یہ عزہ کے تایا کی بیٹی ہے۔ ان کی شادی پر بھی عزہ کے رشتہ داروں میں سے کوئی نہیں تھا۔ بشر کے چند جس نے بھی کسی قسم کی کھوج نہیں لگائی۔

"جی حنا آپی میں ٹھیک ہوں۔" وہ بادل نخواستہ بولی۔ بس نہیں چل رہا تھا یہاں سے غائب ہو جائے۔

"تم لڑکی والوں کی طرف سے ہو میں نے فرزا کی ماما سے تمہیں باتیں کرتے دیکھا تھا۔" ان کی بال کی کھال نکالنے کی اس عادت سے وہ شروع سے چڑتی تھی۔

"شادی ہو گئی کیا تمہاری؟" ایک اور سوال۔ عزہ نے مڑ کر بشر کی جانب دیکھا جو انہی کی جانب متوجہ تھا مگر چہرے پر الجھن بھرے تاثرات تھے۔

"جی...... یہ......" اس سے پہلے کے وہ بشر کا تعارف کرواتی ہادی کسی جانب سے بھاگتا ہوا آیا اس کی ٹانگوں سے لپٹا۔

"ممی! وہاں فلاورز پڑے ہوئے ہیں، میں لے لوں۔" ہادی کو کہیں گجرے پڑے نظر آ گئے تھے وہ انہیں لینے کے لیے عزہ سے اجازت لینے آیا تھا۔

"ارے یہ وفا کا بیٹا ہے کیا۔ ابھی تک یہ تمہارے پاس ہیں۔" حنا نے ہادی کو دیکھتے

حیرت سے استفسار کیا۔ اور عزہ کا دل کیا ان کا منہ بند کر دے۔

"میرا بیٹا ہے یہ۔" عزہ ایک ایک لفظ پر زور دیتی انہیں غصے سے گھورتے ہوئے ہادی کا ہاتھ پکڑے وہاں سے چلی گئی۔ جبکہ پیچھے کھڑا بشر سکتے کی کیفیت میں تھا۔ وفا..... بچے..... اس کی الجھن میں اضافہ ہوا۔ اس نے جاتی ہوئی عزہ سے نظریں ہٹاتے حنا کی جانب دیکھا مگر تب تک وہ جا چکی تھی اور بشر کے لیے بہت سی الجھنیں چھوڑ گئی تھی۔ یہ کیا معمہ تھا، وہ کتنی ہی دیر ویسے ہی اپنی جگہ کھڑا رہا۔

پھر ایک لمبی سانس کھینچ کر خود کو واپس اس ماحول میں لانے کی کوشش کی۔ اس کے بعد عزہ جیسے جان بوجھ کر بشر سے کتراتی رہی۔

بشرا ابھی سعد کو کھانا کھلا کر فارغ ہوا تھا کہ فجیہ آپا کی کال آ گئی۔ وہ مہندی کے فنکشن میں نہیں آئی تھیں، کیونکہ اسی دن وہ دونوں آسٹریلیا سے آئے تھے۔ اب رات میں فیصل آباد سے نکل کر انہوں نے اسلام آباد آنا تھا۔

بشر نے خود کھانا نہیں کھایا تھا، سب بھوک پیاس اسے لگ رہا تھا کہ اڑ گئی ہے۔

"السلام علیکم، کیسی ہیں آپا!" اس نے فون ریسیو کرتے کہا۔ سر شدید دکھ رہا تھا۔

"وعلیکم السلام، بالکل ٹھیک تم سناؤ کیسا جا رہا ہے فنکشن۔" ان کی مسکراتی آواز فون سے ابھری۔

"ٹھیک ہے۔" وہ جس کیفیت کے زیر اثر تھا اب اسے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ ایسی کیا بات تھی جو عزہ نے اس سے چھپائی تھی۔ اتنا تو اسے یقین ہو گیا تھا کہ کوئی بات ہے جو بشر کو نہیں پتہ بلکہ کوئی سچ ہے جس سے وہ ناواقف ہے۔

اگر ایسا نہ ہوتا تو عزہ اس ساری گفتگو کے بعد بشر سے ہر جگہ نگاہیں کیوں چراتی۔ ابھی بھی سعد کو اس نے بشر کے پاس کھانا کھلانے کے لیے خود آ کر چھوڑنے کی بجائے بشر کے ایک

کزن کے ساتھ بھجوایا۔

"ہم نکل پڑے ہیں، امید ہے تم لوگوں کے یہاں سے فارغ ہو کر گھر پہنچنے تک پہنچ جائیں گے۔" وہ ابھی فیجہ سے بات کر ہی رہا تھا کہ اسے سامنے سے عزہ کی وہی کزن کسی کے ساتھ بیٹھی نظر آئی جسے عزہ نے حنا آپی کہا تھا۔

بشر کچھ سوچتے ہوئے فیجہ کو خدا حافظ کہتا ہوا اس کی جانب بڑھا۔

"ایکسکیوزمی مس، میں آپ سے کچھ بات کر سکتا ہوں۔" بشر کے مخاطب کرنے پر حنا نے بشر کی جانب دیکھا۔ یہ وہی لڑکا تھا جسے اس دن حنا عزہ کے ساتھ ریسٹورنٹ میں اور اب یہاں بھی دیکھ چکی تھی۔ وہ اٹھ کر اس کے پاس آگئی۔

بشر اسے لیے ایک کونے میں آگیا۔

"میں عزہ کا ہزبینڈ ہوں۔ آپ غالباً ان کی کزن ہیں۔" اس نے اپنا تعارف کروایا۔

"آہاں...... ماشاء اللہ عزہ کی شادی ہوگئی۔ جی میں اس کے تایا کی بیٹی ہوں۔ لڑکے والوں کی طرف سے آئی ہوں اور آپ۔" اس نے خوش ہوتے پوچھا۔

"فزا میری کزن ہے۔" بشر نے بتایا مگر وہ خوشگواری وہ لہجے میں نہیں لا سکا جو اس کی شخصیت کا خاصہ تھی۔ اس وقت وہ اتنا الجھا ہوا تھا کہ وہ بمشکل خود کو اس جگہ پر رہنے کے لیے آمادہ کر پا رہا تھا۔

"آپ لوگ عزہ کے گھر والوں سے اب نہیں ملتے۔" بشر آخر اس موضوع کی جانب آیا جس کے لیے وہ اس کے پاس آیا تھا۔

"بس عزہ کی وجہ سے ہم نے انہیں چھوڑا ہے۔ کیونکہ وفا کے بعد ایسے حالات پیدا ہوئے کہ عزہ نے سب کا اپنے گھر آنا بند کروا دیا۔" حنا کی گفتگو میں بار بار کسی وفا نامی لڑکی کا ذکر

اسے الجھا رہا تھا۔

"کیا آپ مجھے اپنا نمبر دے سکتی ہیں، مجھے کچھ پوچھنا ہے آپ سے مگر میں یہاں وہ سب ڈسکس نہیں کر سکتا۔" بشر کو جگہ کی نزاکت کا احساس ہوا تو اس نے کچھ بھی اور پوچھنے کا ارادہ ملتوی کر کے حنا کا نمبر لینا مناسب سمجھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ حقیقت جو بھی یہاں کسی بندے کو پتا چلے اور عزہ کی عزت پر کوئی بات آئے۔ آخر وہ اس کی بیوی تھی۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ آپ لوگ کیا یہیں ہوتے ہیں یا لاہور۔" حنا نے نمبر دیتے ہوئے پوچھا۔ بشر اس کے نمبر بتانے پر موبائل میں سیو کرنے لگا۔

"نہیں لاہور میں، یہاں تو میرے پیرنٹس اور بھائی ہوتا ہے۔ میں عزہ اور بچے لاہور میں ہوتے ہیں۔" بشر نے سنجیدگی سے بتایا۔

"اچھا یہ بچے آپ کے پاس ہیں، حد ہی کی ہے عزہ نے۔ ان بچوں کو ابھی تک اپنے ساتھ رکھا ہوا ہے، بے وقوف۔" بشر نے بڑی مشکل سے خود کو کچھ بھی اور پوچھنے سے روکا جبکہ دماغ میں سوال ابھرا کہ "اگر ماں کے ساتھ نہ ہوتے تو کس کے ساتھ ہوتے۔" مگر فی الوقت وہ خاموش ہی رہا۔

"اور آپ لاہور میں ہوتی ہیں؟"

"جی، میں بھی لاہور میں ہوتی ہوں، کبھی آئیے گا عزہ کو لے کر ہماری طرف۔"

شکریہ کہہ کر وہ اس کے پاس سے ہٹ گیا۔

مہندی سے فارغ ہو کر جب وہ واپس گھر جا رہے تھے تو گاڑی میں مہیب خاموشی تھی۔ بچے سو چکے تھے جبکہ عزہ اور بشر اپنے اپنے خیالوں میں گم تھے۔ عزہ اس سے مکمل طور پر گریز برت رہی تھی اور یہی بات بشر کا دماغ کھولا رہی تھی۔

کیا وہ اس کے لیے اب بھی اتنا بے اعتبار ہے کہ وہ اسے وہ حقیقت نہیں بتا رہی جسے وہ دوسرے لوگوں سے اب معلوم کرے گا۔

اس نے تو ابھی تک ہر لمحہ اسے اپنی محبت کا ثبوت دیا تھا، ایسی بے لوث محبت جس میں کوئی کھوٹ اور صلے کی خواہش ہی نہیں تھی کیا پھر بھی۔

بشر کو لگ رہا تھا اس کے دماغ کی نسیں پھٹ جائیں گی جبکہ عزہ سوچ رہی تھی کہ کیسے وہ اسے حقیقت بتائے، وہ تو اس راز پر سے کبھی پردہ اٹھانا ہی نہیں چاہتی تھی مگر یہ آج کیا ہو گیا تھا۔

☆......☆......☆

جب وہ گھر آئے تو زبیر کی گاڑی پہلے سے موجود تھی۔ اس کا مطلب تھا وہ لوگ بھی پہنچ چکے ہیں۔

زبیر جب بھی پاکستان آتا تھا اپنی بلیک کرولا ہی استعمال کرتا تھا۔ اس وقت بھی بشر کے گھر کے گیراج میں ان کی گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ بچے چونکہ سوئے ہوئے تھے لہٰذا بشر نے سعد کو اٹھایا اور عزہ نے ہادی کو۔ گاڑی کا دروازہ لاک کرتے وہ عزہ سے پہلے لاؤنج میں داخل ہوا۔

''السلام علیکم! تو ہالآخر بڑے بڑے لوگ ہمارے گھر آ ہی گئے۔'' زبیر کو دیکھ کر بشر کے مزاج پر کچھ دیر پہلے جو پژمردگی چھائی ہوئی تھی وہ کسی حد تک کم ہوئی۔

''وعلیکم السلام۔ مبارک ہو میرے شہزادے، آخرکار آپ نے بھی شدہ والی کیٹگری میں خود کو شامل کروا ہی لیا۔'' بشر سے بغلگیر ہوتے زبیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ایک شہزادہ یہ ہے تمہارا دوسرا کہاں ہے۔'' زبیر نے بشر کی گود میں سوئے ہوئے سعد کو پیار کرتے ہوئے کہا۔ بچوں سے محبت اب ویسے بھی اپنی محرومی کے بعد اس کو زیادہ ہی محسوس

ہوئی تھی۔

"وہ اپنی ممی کے پاس ہے۔" بشر نے پیچھے مڑ کر کہا جہاں عزہ ہادی کو اٹھائے اندر داخل ہوئی تھی۔ ابھی وہ اپنے دوپٹے اور غرارے میں ابھی انھیں سنبھالتے سر نیچے کیے داخل ہو رہی تھی۔

"لو آ گئی ان کی بیگم۔" منیحہ نے عزہ کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

عزہ نے فیحہ کی آواز پر مسکراتے ہوئے جیسے ہی سر اٹھایا۔ فیحہ کے ساتھ کھڑے وجود نے اس کو چکرا کر رکھ دیا۔ کم حال زبیر کا بھی نہیں تھا۔ وہ بھی خود کو زلزلوں کی زد میں محسوس کر رہا تھا۔

بشر جو کچھ دیر پہلے کسی نامکمل سچ کو جان چکا تھا اگر وہ نہ جان چکا ہوتا تو یقیناً عزہ کا اس طرح ششدر سا محسوس نہ کرتا مگر اس نے نہ صرف عزہ کے چہرے کے نقوش کو تنتے ہوئے محسوس کیا بلکہ اس کی آنکھوں سے چھلکنے والی حیرانی اور پھر سکتے کو بھی محسوس کیا۔

"آؤ عزہ! یہ زبیر بھائی ہیں فیحہ آپا کے ہزبینڈ۔" اس نے اپنے تاثرات پر قابو پاتے عزہ کو مخاطب کیا۔ فیحہ تب تک عزہ کی جانب بڑھ کر اس سے مل رہی تھیں جبکہ وہ سوچ رہی تھی کہ ایک سچ سے بچ کر وہ یہاں آئی اور اس سے بھی بڑا اور تلخ سچ اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"کاش میں اس شادی میں ہی نہ آتی۔" اس نے خود سے مخاطب ہوتے حسرت سے سوچا۔

"السلام علیکم! بھابھی کیسی ہیں۔" آخر زبیر کو اپنی کیفیت کو چھپاتے عزہ کو خوشگوار لہجہ رکھتے مخاطب کرنا پڑا۔ ان کے درمیان کیا سچ تھا یہ صرف وہ دونوں جانتے تھے وہاں موجود کوئی شخص نہیں۔

زبیر نے طائرانہ نگاہ لاؤنج میں ڈالی جہاں شہاب صاحب، فریحہ بیگم، واسع اور تحریم بھی موجود تھے۔

"وعلیکم السلام! میں ہادی کو لٹا کر اور چینج کر کے آتی ہوں۔"

دل پر پتھر رکھتے اس نے ایسے شخص پر سلامتی بھیجی جس سے وہ دنیا میں سب سے زیادہ نفرت کرتی تھی۔ جس نے محبت جیسے حسین جذبے سے اس کا اعتبار اٹھا دیا تھا اور جس کے دھوکے نے اسے بشر جیسے بندے کی خالص محبت کو محسوس نہیں کرنے دیا تھا۔ کیا کیا قصور نہیں تھے اس شخص کے کھاتے میں پھر وہ کیسے نارمل طریقے سے اس کے ساتھ پیش آتی۔

ہادی کو اٹھائے سیڑھیاں چڑھتے وہ مسلسل یہاں سے چلے جانے کی دعائیں مانگ رہی تھی۔ بشر بھی اس کے پیچھے سعد کو اٹھائے آ رہا تھا۔

ہادی کو لٹا کر وہ اپنی جھنجلاہٹ اور غصہ ان چوڑیوں پر اتار رہی تھی جنہیں کچھ گھنٹے پہلے بشر نے گاڑی میں مہندی پر جاتے ہوئے چھو کر ان کی جلترنگ کو محسوس کیا تھا۔

"مجھے چوڑیوں کی آواز کبھی اتنی اچھی نہیں لگی جتنی آج آپ کے ہاتھوں میں بجتی ہوئی لگ رہی ہے۔" بشر نے اس کے کان کے قریب سرگوشی کی۔

اب جب وہ بشر کی محبت کو محسوس کرنے لگی تھی اور اپنے دل کو اس کی جانب مائل ہونے پر آمادہ کر رہی تھی تو یہ سب کیا ہو گیا تھا۔

بشر جو سعد کے پاس ہادی کو لٹا چکا تھا اپنی واسکٹ اتار کر، والٹ، موبائل اور گاڑی کی چابی بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھتا مسلسل عزہ کو اپنی نظروں کے حصار میں رکھے اس کی ایک ایک بے زاری اور غصے سے بھرپور جنبش کو دیکھ رہا تھا۔

وہ اس پورے وقت صرف افسوس میں مبتلا تھا۔ کیا کہے وہ اس لڑکی کو جس نے ایک لمحے کے لیے بھی اسے اعتماد نہیں بخشا۔ وہ اس لمحے بے بسی کی انتہاؤں پر تھا۔ آہستہ آہستہ چلتا وہ عزہ کے پیچھے جا کر کھڑا ہوا۔

کچھ دیر پہلے کے لمحے یاد آئے جب اسے بھیگنے اور اپنی محبت کی بارش میں بھگونے کی خواہش بڑی شدت سے جاگی تھی اور اب......

"خود سے لڑتے رہنے سے بہتر ہے کہ انسان سچ کا سامنا کرے اور اگر اتنی ہمت نہیں تو بہتر ہے کہ کسی کو اس میں شریک کرلے تاکہ اگلا بندہ آپ کو بہتر مشورے سے نواز سکے۔ مگر آپ نے اپنے گرد جو خود ساختہ دیواریں کھڑی کر رکھی ہیں انہیں آپ نے کسی لمحے گرانے کی نہ کوشش کی ہے نہ کرنا چاہتی ہیں۔" وہ اسے کیا کچھ جتا رہا تھا۔ وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

"کہنا کیا چاہ رہے ہیں آپ۔" اس نے حیران نظروں سے اسے دیکھا۔

"یہ سوال آپ اپنے آپ سے کریں تو شاید جواب مل جائے کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں اور کس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہوں۔ بہت ذہین ہیں آپ، بہت اچھے سے سمجھ جائیں گی۔" بشر یہ کہہ کر وہاں رکا نہیں واش روم کی جانب چلا گیا اسے وہیں سکتے کی کیفیت میں چھوڑ کر۔

جوں ہی وہ کپڑے چینج کرکے باہر آیا، عزہ کو وہیں اسی کیفیت میں کھڑے دیکھ کر اگنور کر کے باہر جانے لگا کہ عزہ کی آواز آئی۔

"کیا ہم کل واپس جا سکتے ہیں۔" زمین پر کوئی غیر مرئی نقطہ دیکھتے وہ بشر سے مخاطب تھی۔

"کیوں؟" بشر نے بھی سوال اٹھایا۔

"بس مجھے واپس جانا ہے، پلیز میں ابھی کچھ نہیں بتا سکتی بس ایک درخواست کر سکتی ہوں کیونکہ میں اس وقت آپ پر ڈیپینڈ کرتی ہوں۔ یہاں سے جانا میں آپ کے بغیر نہیں کر سکتی کہ یہ میری مجبوری ہے۔ لہٰذا آپ سے صرف ریکویسٹ ہی کر سکتی ہوں۔ میں اس وقت بہت تکلیف سے گزر رہی ہوں۔ اور آپ کو اسی لیے پکارا ہے کہ کہیں ایک موہوم سا احساس ہے، مان ہے کہ آپ مجھے ہمیشہ کی طرح بغیر کوئی سوال کیے ان تکلیف دہ لمحات میں سے نکال لیں

گے۔" اپنی بات کہہ کر جیسے ہی اس نے آنکھیں اٹھا کر بیشر کی جانب دیکھا اس کے آنسوؤں میں اسے اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔ اپنی تکلیف کو ختم کرنے کے لیے وہ اسے یہ کس آزمائش میں ڈالنا چاہتی تھی۔

اس نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے بے بسی سے سوچا۔ پھر آنسو بہاتی عزہ کے قریب آیا جسے اس وقت ایک کندھے کی ضرورت تھی۔ بیشر کو اپنے قریب کھڑا محسوس کر کے وہ اس کے بازو سے لگی آنسو بہانے لگی مگر بیشر اس کی بداعتمادی کو محسوس کر کے اسے دلاسا نہ دلا سکا۔

ٹھیک ہے وہ اس کی محبت میں بہت مجبور تھا مگر اتنا نہیں کہ اپنی محبت کے جواب میں اس قدر بے اعتمادی کو کھلے دل سے قبول کرتا۔ وہ اپنا فرض نبھا رہا تھا اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر۔

اگلے دن اس نے اپنی کسی ارجنٹ میٹنگ کا ایسا بہانہ گھڑا کہ کسی نے کچھ نہ کہا اور یوں وہ چاروں شام میں واپس لاہور کے لیے نکل پڑے، مگر وہ سفر جو انہوں نے محبت سے شروع کیا تھا اس کی واپسی اتنی تکلیف دہ ہو گی وہ دونوں نہیں جانتے تھے۔

☆.....☆.....☆

بیشر نے واپس آ کر دو تین دن بعد حنا کو میسج کیا کہ وہ اس سے کہیں باہر ملنا چاہتا ہے۔ وہ اب مزید خود کو اس سچ کو جاننے سے روک نہیں پا رہا تھا۔ عزہ کو تو واپس آ کر ایسی چپ لگی تھی کہ بیشر اس سے توقع ہی نہیں کر پا رہا تھا کہ وہ خود اسے کچھ بتائے گی، مگر وہ کس سے یہ سب پوچھتا۔ اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ زبیر سے کوئی بات کرتا جو یقیناً اس ساری کہانی کا کوئی کردار ضرور تھا۔

آخر وہ اس کی بہن کا شوہر تھا۔ نجانے بیشر کا دل یہ کیوں سوچ رہا تھا کہ عزہ کا ایکس

ہز بینڈ...... مگر وہ اس سے آگے کچھ نہیں سوچنا چاہتا تھا۔ اسے اپنا دل بند ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔
وہ اس قدر الجھ چکا تھا کہ اب جلد از جلد سب حقیقت جاننا چاہتا تھا اور پھر وفا نامی لڑکی کون تھی اور ان بچوں کو حنا نے اس لڑکی کے بچے کیوں سمجھا۔
اب ان سب سوالوں کا جواب اسے اگلے دن ہی ملنا تھا۔ اور یہ رات اس پر بہت بھاری گزر رہی تھی۔

☆......☆......☆

اگلے دن شام میں بشر حنا کے ساتھ وقت طے کر کے بندو خان پہنچ گیا۔
"کیسی ہیں آپ؟" سلام دعا کر کے بشر نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے پوچھا اور پھر خود بھی اس کے سامنے کرسی سنبھالی۔
"میں ٹھیک ہوں، آپ بتائیں۔" اس نے بھی خوش اخلاقی سے بشر سے پوچھا جبکہ بشر کسی بھی قسم کی خوش اخلاقی کا مظاہرہ نہیں کر سکا۔
"جی ٹھیک۔ مجھے کچھ باتوں کا پتہ کرنا ہے۔ میرے پاس اس وقت سوائے آپ پر اعتماد کرنے اور آپ سے وہ سب پوچھنے کے علاوہ کوئی اور آپشن نہیں، جس نے میری پچھلے کچھ دنوں سے نیندیں تک اڑا دی ہیں۔ میں امید کرتا ہوں ہمارے درمیان جو باتیں ہوں گی وہ کسی اور کو پتہ نہ چلیں۔ اور نہ ہی کبھی آپ انہیں غلط انداز میں استعمال کر کے میرے اور حمزہ کے تعلقات کو خراب کریں گی۔ یہ مت سمجھئے گا کہ میں کسی شک کے سبب یہ سب پوچھ رہا ہوں۔ میں صرف الجھا ہوا ہوں اور حمزہ شاید کسی سبب مجھے سچ بتانے سے ہچکچا رہی ہے اسی لیے مجھے کسی اور کے سہارے کی ضرورت پیش آ گئی ہے۔"
بشر کی تمہید بھری باتوں کو حنا اچھے سے سمجھ گئی تھی۔

"آپ بے فکر ہو کر پوچھیں، یہاں کی کوئی بات کہیں اور نہیں جائے گی۔" اس نے بشر کو یقین دلایا۔

"سب سے پہلے میں کچھ باتیں بتانا پسند کروں گا۔ میری اور عزہ کی شادی میری پسند پر ہوئی کیونکہ ان کے بچوں کو کوئی اور قبول کرنے کو تیار نہ تھا، مگر مجھے وہ ہر حال میں قبول تھیں۔ مجھے نہیں پتہ وہ بدنصیب کون تھا جس نے انہیں چھوڑا۔ ان کی میری زندگی میں آنے کے بعد کا ہر لمحہ میں خود پر رشک کرتا ہوں کہ اللہ نے میری قسمت میں اتنی باحیا اور اچھی بیوی لکھی۔ جس نے کبھی میرے رشتوں کو توڑنے کا نہیں سوچا۔ بہر حال......"

"سوری بشر، میں آپ کی بات کاٹ رہی ہوں۔ پہلے تو میں آپ کی صحیح کردوں کہ یہ بچے عزہ کے نہیں ہیں اور وہ ان میریڈ ہے۔ اس کی کوئی پہلے شادی نہیں ہوئی بلکہ آپ کے ساتھ اس کی شادی پہلی شادی ہی ہے۔" حنا کے اتنے واضح الفاظ نے بشر کا دماغ چکرا کر رکھ دیا۔

"مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ اس نے بہت سی حقیقتیں آپ سے چھپائی ہیں اور یہ سب اس نے ان بچوں کی محبت میں کیا ہے۔ اس نے تو ہم سب کو بھی ان بچوں کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ وہ بہت محبت کرتی ہے ان سے اور آخر کیوں نہ کرے، ان کے پہلے دن سے اب تک اس نے انہیں ماں بن کر پالا ہے۔ بہن کی اولاد تو ویسے ہی اتنی پیاری ہوتی ہے اور عزہ تو وفا سے شدید محبت کرتی تھی، تو اس کے جگر گوشوں سے کیوں نہ محبت کرتی۔"

حنا کے بچے بشر کو ہولا رہے تھے۔

☆......☆......☆

"وفا! کیا پڑھ رہی ہو۔" عزہ جو کب سے وفا کو موبائل ہاتھ میں لیے مسکراتے دیکھ رہی تھی، یکدم پوچھ بیٹھی۔ وہ بہت دنوں سے نوٹ کر رہی تھی کہ وفا کچھ کھوئی کھوئی رہتی ہے، اکثر

موبائل ہاتھ میں لے کر مسکراتی ہے۔ جس سے اسے کچھ شک پڑا مگر فی الحال وہ کوئی بھی بات جانے بغیر کوئی غلط بات اپنی بہن کے بارے میں سوچنا نہیں چاہتی تھی۔

''کچھ نہیں۔'' وفا ایک دم اپنی مسکراہٹ سمیٹ کر نظریں چراتے ہوئے بولی۔

وفا اس سے صرف ایک تین سال بڑی تھی۔ وہ یونیورسٹی جاتی تھی جبکہ عزہ کالج میں تھی اس کا تھرڈ ایئر چل رہا تھا۔

''وفا! میں ہمیشہ سے تمہیں اپنا بیسٹ فرینڈ مانتی ہوں اسی لیے مجھے کبھی کوئی اور دوست بنانے کی ضرورت نہیں پڑی، میں امید رکھتی ہوں کہ تم بھی مجھے اپنا بیسٹ فرینڈ مانتی ہو۔ تو وہ بات جو بہت دنوں سے تم مجھ سے چھپا رہی ہو شرافت سے ابھی اور اسی وقت بتا دو۔'' عزہ اس کے قریب بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ وہ دو ہی تو بہنیں تھیں نہ کوئی اور بھائی تھا اور نہ بہن تھی۔ شروع سے ایک دوسرے کے لیے وہ دونوں لازم و ملزوم تھیں، مگر کچھ دنوں سے عزہ کو محسوس ہو رہا تھا کہ وہ جو ایک دوسرے سے اپنا ہر دکھ سکھ کرتی تھیں۔ جن کا آپس میں کچھ چھپا نہیں تھا۔ اب ان کے بیچ فاصلے آ رہے تھے اور وفا اس سے بہت کچھ چھپانے لگ گئی تھی۔ یونیورسٹی سے بھی واپس آ کر وہ سارا وقت فون کے ساتھ لگی رہتی۔ سب کے پوچھنے پر یہی کہتی کہ کلاس فیلوز کے ساتھ ڈسکشن کر رہی ہے۔ اب عزہ کی باتوں پر وہ سوچ میں پڑ گئی۔

''تم پلیز امی ابا کو کچھ مت بتانا۔'' اس نے ہچکچاتے ہوئے عزہ سے وعدہ لیا۔

''بے فکر رہو۔'' اب کی بار عزہ کو خطرے کی گھنٹیاں سنائی دیں۔

''عزہ! میں...... میرا مطلب ہے کہ مجھے اچھے...... میں اپنے کلاس فیلو میں انٹرسٹڈ ہوں۔'' اس نے گھبراتے ہوئے بتایا۔ جو شک عزہ کو گھیرے ہوئے تھا وہ سچ ثابت ہوا تھا۔

''نام کیا ہے؟'' عزہ نے سنجیدگی سے اسے دیکھتے پوچھا۔ جس کا چہرہ ایک اجنبی کے ذکر پر

گلنار ہو رہا تھا۔

"زبیر، فیصل آباد کا رہنے والا ہے، عزہ! وہ بہت امیر ہے، یہاں ہاسٹل میں رہتا ہے۔ یار! اس نے اس سب کی پہل کی، مجھے تو پتہ ہی نہیں تھا وہ یونیورسٹی کے فرسٹ ڈے سے اب تک مجھ سے محبت کرتا آیا تھا۔ میں نے اسے بہت منع کیا اس سب کے لیے، بہت روڈ بھی ہوئی مگر وہ پھر بھی مجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔" وفا جوش سے اسے ایک ایسی کہانی سنا رہی تھی جسے عزہ سننا بھی نہیں چاہتی تھی۔

"وفا کیا تمہیں نہیں پتہ ایسی محبتیں سوائے ٹائم پاس کے اور کچھ نہیں ہوتیں۔ مجھے تو سمجھ نہیں آرہا کہ تم اتنی بے وقوف کیسے ہو سکتی ہو۔ کسی نے دو محبت کے سچے جھوٹے لفظ بولے اور تم ان پر ایمان لے آئیں۔" عزہ نے تاسف بھرے انداز میں اسے دیکھا۔

"عزہ! وہ غلط انسان نہیں ہے اور نہ ٹائم پاس کر رہا ہے۔ وہ واقعی میں مجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔" وفا نے اس کی بات جھٹلاتے ہوئے کہا۔

"اتنا ہی سچا ہے تو اس سے کہو سیدھے راستے سے تمہارے لیے رشتہ بھیجے۔ یہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کی محبتیں سوائے ذلت اور رسوائی کے اور کچھ نہیں ہوتیں۔ تم بجائے اس حقیقت کو قبول کرنے کے اس کی حوصلہ افزائی کر رہی ہو۔" عزہ شدید صدمے سے بولی۔

"پلیز عزہ، ہماری محبت کے لیے تم بار بار غلط الفاظ استعمال مت کرو۔" اب کی بار وفا برا مان کر بولی۔

"مجھے افسوس ہو رہا ہے کہ کیا تم نہیں جانتیں کہ یہ نامحرم سے کی جانے والی محبتیں دلدل میں دھکیل دیتی ہیں جہاں واقعی کچھ اچھا برا دکھائی نہیں دیتا۔"

"تم زیادہ میری اماں مت بنو، آ جائے گا وہ رشتہ لے کر۔" وفا نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"ٹھیک ہے، جتنی جلدی وہ رشتہ لے آئے بہتر ہے۔" عزہ نے بھی دوٹوک انداز میں کہا۔

☆......☆......☆

اگلے دن جب وفا یونیورسٹی گئی تو اس کے دماغ میں وفا کی باتیں گھوم رہی تھیں وہ غلط تو نہیں کہہ رہی تھی۔ ڈپارٹمنٹ کے گراؤنڈ میں وہ اسے اکیلے بیٹھا ہوا نظر آ گیا۔

"ہیلو، کیا ہو رہا ہے؟" وہ کتابیں پیچھے رکھتی اس کے پاس زمین پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"بس یار، سر کے نوٹس کر رہا ہوں۔ تم بتاؤ۔" اس نے کچھ لکھتے سر اٹھائے بغیر جواب دیا۔

"زبیر! مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔" وفا نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"ہاں کہو۔" زبیر نے اسی مصروف انداز میں کہا۔

"تم اسے چھوڑو پہلے۔" اس نے جھنجلا کر اس کی کتابوں کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ لو بھی بند کر دیں، اب بتاؤ میری جان کیوں پریشان ہے۔" اس نے بند کر کے کسی قدر رجبت سے کہا۔

"وہ رات میں پتہ نہیں کیسے عزہ کو سمجھ آ گئی کہ میں تمہیں لائک کرتی ہوں۔ میں نے اسے سب بتا دیا۔ اور اس نے مجھے کہا کہ اگر تم سیریس ہو میرے لیے تو میرا رشتہ لے کر میرے پیرنٹس کے پاس جاؤ۔ دیکھو زبیر، اس نے کچھ غلط تو نہیں کہا نا۔" ساری بات بتاتے آخر میں اس نے عزہ کا دفاع کیا، مگر زبیر کے چہرے کا رنگ بدل چکا تھا۔

"دیکھو میں یہ نہیں کہتا کہ عزہ نے غلط کہا ہے مگر ابھی تو ہم پڑھ رہے ہیں نا۔"

"ہاں تو میں کون سا کہہ رہی ہوں کہ شادی کر لیں۔ ابھی منگنی بھی تو ہو سکتی ہے کم از کم ہمارے بارے میں کسی کو انگلی اٹھانے کا موقع تو نہیں ملے گا نا۔"

زبیر کو بھی اس کی بات میں کوئی برائی نہیں لگی۔

"ٹھیک ہے اس ویک اینڈ پر میں جا کر اپنے پیرنٹس سے بات کرتا ہوں۔" اس نے ہامی بھر لی، مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی یہ خواہش اس کے گھر میں کیا طوفان لے آئے گی۔

اسے کیا کچھ سننے کو نہیں ملا تھا۔ واپس آ کر اس نے سب کچھ تو وفا کو نہیں بتایا مگر اتنا ضرور کہا کہ میرے گھر والے ابھی اس سب کے لیے تیار نہیں۔

"تو کیا بس ایک اینڈ تھا ہماری محبت کا۔" وفا نے بے یقینی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے یہ کب کہا ہے۔ میں تو تم سے اب بھی محبت کرتا ہوں۔ سنو اگر میں تمہاری محبت کا امتحان لینا چاہوں تو کیا تم تیار ہو جاؤ گی۔" اس نے یکدم کوئی فیصلہ کرتے ہوئے سوچا۔

"میں تمہاری محبت میں کچھ بھی کر سکتی ہوں۔" حوا کی بیٹی تھی نا کیسے نا ایک مرد کے بہکاوے میں آتی۔

"دیکھو، میں نے سوچا ہے کہ ہم کورٹ میرج کر لیتے ہیں۔ جب ایک مرتبہ شادی ہو چکی ہوگی تب تو میرے پیرنٹس کچھ نہیں کر سکیں گے نا۔ اور میرا نہیں خیال کہ اگر میں رشتہ لے کر اکیلا تمہارے گھر آؤں گا تو تمہارے پیرنٹس بھی کبھی نہیں مانیں گے۔" زبیر نے اسے مشورہ دیا اور حقیقت سے بھی آگاہ کیا۔ وفا کچھ لمحوں کے لیے خاموش رہ گئی۔

"ہاں وہ بھی کبھی نہیں مانیں گے۔" اس نے زبیر کی بات کی تائید کی۔

"دیکھو ہم بالغ ہیں اور اپنی مرضی کی زندگی گزارنے کا حق رکھتے ہیں۔ تم آج کی رات اچھی طرح سوچ لو کیونکہ ہمارے فائنل پیپر ہونے میں صرف ایک ماہ رہ گیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ جب یہ ختم ہو تب تک ہمارا رشتہ بھی مضبوط ہو چکا ہو۔ ہم آج کل میں ہی کورٹ میرج کر لیں گے۔ اب یہ تم پر ڈیپنڈ کرتا ہے کہ تم میری محبت میں کس حد تک سچی ہو اور کہاں تک میرا ساتھ دے سکتی ہو۔ میں نے یہ سب تمہارے لیے ہی سوچا ہے۔ میں اس حد تک جانے

کا اس محبت کی وجہ سے سوچا ہے۔ میں تو تم سے سچی محبت کرتا ہوں لہٰذا میں ہر قدم پر تمہارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں۔ اب تم سوچ کر بتاؤ کہ تم اس محبت میں کس حد تک جا سکتی ہو۔ رات میں تمہارا جو بھی جواب ہوگا کل اس فیصلے کی بدولت یا تو ہمارے راستے جدا ہو جائیں گے یا پھر ہمیشہ کے لیے ایک۔ اب فیصلہ تمہیں کرنا ہے۔" زبیر نے اپنی باتوں سے ہر طرح سے جکڑ کر اسے اموشنلی بلیک میل کیا۔ وہ ہر قیمت پر اسے حاصل کرنا چاہتا تھا۔

اور ایسا ہی ہوتا ہے جب ہم اللہ کی طے کردہ حدود کو توڑتے ہیں تو ہر حرام کام ہمیں حلال لگتا ہے۔ محبتیں اس طرح یونیورسٹی اور کالجوں میں ڈھونڈنے والی اور ملنے والی نہیں ہوتیں۔ یہ تو صرف ایک تجسس ہوتا ہے جو ہمیں ایک دوسرے کی کھوج کے لیے اکساتا ہے۔ یہ صرف مخالف صنف کی کشش ہوتی ہے۔ جسے ہم محبت کا نام دے کر کبھی ٹائم پاس کرتے ہیں اور کبھی کسی کی پوری زندگی اس ایک کشش کے حصول کے لیے داغدار کر دیتے ہیں۔

محبت صرف وہی ہے جس میں اللہ حلال راستے کی طرف لے کر جاتا ہے۔ جہاں کوئی چور دروازے نہیں ہوتے۔ محبت کو ڈنکے کی چوٹ پر حاصل کیا جاتا ہے۔

زبیر اسے چور دروازے دکھا رہا تھا اور وفا بہت آسانی سے اس کے بہکاوے میں آ گئی۔ اسی لیے کہ اس نے بھی اللہ کی طے کردہ حدود کو توڑ کر ایک نامحرم کی جانب قدم بڑھائے تو یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ سزا کی حقدار نہ ٹھہرتی۔

☆......☆......☆

گھر آ کر وہ بہت دیر پریشان رہی، کبھی ماں باپ کا خیال آتا مگر زبیر کی باتوں نے اس طرح اس کی سوچوں کو جکڑ لیا تھا کہ وہ غلط راستے کی جانب جانے پر بے خوف ہو چکی تھی۔ اس فیصلے کے نتیجے کی جانب سے اس نے نگاہیں چرا لی تھیں۔

رات میں عزہ نے پھر سے اس کی وہی خاموش کیفیت دیکھی تو پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

"وفا! کیا ہوا ہے، زبیر نے کی ہے اپنے گھر والوں سے بات۔" عزہ کی بات پر اس نے چونک کر اسے دیکھا۔

ابھی کل ہی تو اس نے وفا کو موبائل سے زبیر کی وہ سب تصویریں دکھائی تھیں جو وہ وقتاً فوقتاً بھیجتا رہا تھا۔ شکل وصورت سے وہ تو وہ اچھا تھا۔

"وفا! اس کے گھر والے فی الحال نہیں مانے مگر زبیر نے کہا ہے کہ وہ انہیں منا لے گا اور اگر ایسا نہ ہوا تو ہم کوئی اور راستہ اختیار کریں گے۔" وفا کے نڈر اور بے خوف لہجے کو دیکھ کر عزہ اندر تک کانپ گئی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنی بہن کو دیکھ رہی تھی یہ وہ وفا تو نہیں تھی۔ یہ اسے کیا ہو گیا تھا۔

"وفا! تم پاگل ہو گئی ہو کیا کہہ رہی ہو۔" اس نے دہل کر اسے ٹوکنا چاہا۔

"اس میں پاگل ہونے کی کیا بات ہے، عزہ تم نہیں سمجھ سکتی کہ یہ محبت کا احساس کیا ہوتا ہے یقین کرو اپنا آپ بھلا دیتا ہے۔ میں اور زبیر ایک دوسرے کے لیے کچھ بھی کر سکتے ہیں۔" وفا نے جذب کے عالم میں کہا۔

"مجھے ایسے غلط رشتے کے بارے میں سمجھنا بھی نہیں ہے۔ جس میں انسان کی سوچنے سمجھنے اور نتیجے کی پروا کرنے کی ہر صلاحیت ختم ہو چکی ہو۔ تم جانتی ہو تم نے کتنے غلط الفاظ استعمال کیے ہیں۔ کس حد تک جا سکتے ہو تم دونوں ہاں...... مجھے وہ بھی بتا دو تا کہ آج مجھے اچھی طرح اندازہ ہو جائے کہ ایک شخص کے حصول نے تمہیں اس قدر اندھا کر دیا ہے کہ تمہیں اپنے سگوں کی محبت نظر نہیں آ رہی۔ تم کتنی آسانی سے ہماری عزت کو روند رہی ہو۔ کیا اسی لیے ابا نے تم پر اعتماد کر کے تمہیں یونیورسٹی بھیجا تھا۔"

عزہ نے تو آج اس کا دماغ ٹھکانے پر لگانے کی قسم کھائی تھی۔

”تو کیا میں اپنی محبت سے دستبردار ہو جاؤں۔ محبت کرنا اور اسے پانا کہاں سے اتنا بڑا جرم ہے؟“

”ہاں محبت کوئی جرم نہیں، اگر یہ حلال راستوں سے ہو کر ہماری جانب آئے۔ چور راستوں سے نہیں۔“ عزہ نے اسے تلخ حقیقت بتانی چاہی جس کی جانب وہ دیکھنے کو تیار نہیں تھی۔

”ہاں تو ہم نکاح کریں گے نا۔ ذوہیر نے کہا ہے کہ ہم کورٹ میرج کرلیں گے۔“ اس نے اور بھی بے خوفی سے اپنا فیصلہ سنایا۔ عزہ تو کتنے لمحے گنگ ہی رہ گئی اپنی ماں جائی کی باتیں سن کر۔

”تمہارے خیال میں یہ بہت صحیح طریقہ ہے، تمہیں ذرا سا بھی امی ابا کی عزت کا خیال نہیں۔ وفا ماں باپ کو دکھ دینے والی اولاد کبھی خوش نہیں رہتی۔ یہ سب مت کرو۔ اسے سمجھاؤ اور کنوینس کرو اس بات کے لیے کہ وہ سیدھے طریقے سے تمہیں اپنائے اور ماں باپ کی رضا سے اور ان کی دعاؤں کے ساتھ تمہیں رخصت کرے۔ ورنہ تم اس کا خیال اپنے دل سے نکال لو۔ وہ اتنا ہی تم سے محبت کرتا ہے تو تمہیں برائی کی جانب کبھی نہیں اکسائے گا۔ کیا تم نہیں جانتیں، تمہارے اس فیصلے سے ہم سب کتنا سفر کریں گے۔“ اس نے دکھ سے کہتے وفا کو پھر سے سمجھانا چاہا۔

”عزہ! میں کسی قیمت پر اسے چھوڑ نہیں سکتی، میں نے اس سے بہت محبت کی ہے۔“ وفا نے اس کی ہر بات ان سنی کرتے وہی بات دہرائی جس نے اسے دل اور دماغ کو جکڑ رکھا تھا۔

”اور ہماری محبتیں کیا وہ کوئی معنی نہیں رکھتیں؟“

رکھتی ہیں مگر فی الحال میرے پاس کوئی اور آپشن نہیں اور میں اس ایک آپشن کو بھی کھونا نہیں چاہتی۔" وفا کوئی اور بات سمجھنے کے لیے تیار نہیں تھی۔ حمزہ نے اسے سمجھانے کا ارادہ ترک کیا۔ پھر چپکے سے اس کے موبائل سے زبیر کا نمبر لیا۔

اگلے دن اس نے زبیر سے ملنے کا فیصلہ کیا۔ ایک امید کے تحت کے شاید وہ اسے سمجھا سکے۔ اس نے زبیر کو فون کر کے بتایا کہ وہ وفا کی بہن ہے اور اس سے ملنا چاہتی ہے۔ زبیر نے بغیر کسی پس و پیش کے ہامی بھر لی۔

اگلے دن وہ ایک پارک میں اس سے ملنے گئی۔

"میں کبھی بھی اس طرح آپ سے نہ ملتی مگر وفا کی کل رات کی پلاننگ نے مجھے مجبور کیا کہ میں آپ سے مل کر آپ کو سمجھاؤں۔ دیکھیں آپ جتنی بھی اس سے محبت کرتے ہیں پلیز اسے غلط راستے کی جانب مت اکسائیں۔ ہم انتظار کر لیں گے آپ اپنے پیرنٹس کو منا لیں پھر جب چاہیں رشتہ لے آئیں۔" وفا نے اس کے خوبرو چہرے پر ایک کے بعد دوسری نگاہ نہیں ڈالی تھی۔ وہ خود اس وقت کالی چادر لپیٹے ہوئے پارک کے بینچ کے ایک سرے پر بیٹھی تھی اور زبیر دوسرے سرے پر تھا۔

"میرا نہیں خیال کہ آپ کو ایسی کوئی کوشش کرنی چاہیے تھی۔ خیر اب آپ نے کر ہی لی ہے تو میں ایک بات آپ پر واضح کر دوں کہ ہم دونوں بالغ ہیں اور اپنی زندگی کے فیصلے خود کر سکتے ہیں۔ ہمیں کسی کے مشورے کی ضرورت نہیں۔ وفا نے سوچ سمجھ کر ہی میرا ساتھ نبھانے کی ہامی بھری ہے، وہ کوئی بچی تو نہیں کہ جسے لالی پاپ کا جھانسہ دے کر میں نے اپنی ہر بات منوالی ہے۔" زبیر نے جس انداز میں وفا کے بارے میں بات کی حمزہ کا خون کھول اٹھا۔ کیا یہ ہے اس شخص کی محبت جو اتنی بدتمیزی سے اپنے محبوب کا ذکر کر رہا ہے۔

"ہاں میں مانتی ہوں کہ وہ بچی نہیں مگر پھر بھی میری آپ سے ریکوئسٹ ہے کہ آپ اس سب سے پیچھے ہٹ جائیں۔ دیکھیں آپ کو بہت سی اور لڑکیاں مل جائیں گی مگر وفا کو عزت دوبارہ نہیں ملے گی۔" اس نے دوٹوک بات کی۔

"مگر آپ کی بہن تو نہیں نا ملے گی۔" اس نے جس خباثت سے مسکراتے ہوئے کہا عزہ کا دل کیا اس کا منہ توڑ دے۔ کاش وہ یہ سب باتیں ریکارڈ کر کے وفا کو سنا سکتی۔

"آپ کو شرم نہیں آرہی کہ آپ کسی کی خالص محبت کو صرف اپنی تسکین کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔" اس نے زبیر کو شرمندہ کرنا چاہا۔

"ایکسکیوزمی مس، میں کافی باتیں سن چکا ہوں آپ کی۔ اپنی بہن تو سنبھالی نہیں گئی مجھے مورد الزام ٹھہرانے آگئی ہیں۔ ہم وہی کریں گے جو ہمیں ٹھیک لگتا ہے۔" وہ اس کی جانب غصے سے دیکھتا واپسی کے لیے چلا گیا۔

جب کہ عزہ ساکت رہ گئی۔ اسے صرف اس کے لہجے سے ہوس کی بھوک محسوس ہوئی۔ وہ صرف وفا کو حاصل کرنا چاہتا تھا اسے عزت نہیں دینا چاہتا تھا اور پھر ایسے لوگ کہاں زندگی بھر ساتھ نبھاتے ہیں۔

☆-----☆-----☆

رات میں وفا کے پاس بیٹھی جو روز کی طرح آج بھی موبائل پر مصروف تھی۔ پہلے تو بات صرف میسجز تک تھی۔ اب جب سے اس نے عزہ کو اپنے ارادے بتائے تھے وہ بے باک ہوگئی تھی۔ نہ صرف میسجز کرتی تھی بلکہ زبیر سے فون پر باتیں بھی کرتی تھی۔ ایسی محبت کا کیا فائدہ جو انسان کو بے شرم بنا دے رشتوں کا تقدس ہی انسان کھو بیٹھے۔ عزہ نے ایک مرتبہ پھر وفا کو سمجھانے کی آخری کوشش کرنی چاہی۔

"وفا! وہ اچھا انسان نہیں ہے تمہیں کیوں سمجھ نہیں آتا کہ وہ تمہیں صرف اپنی غرض کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ اسے صرف تمہارے وجود سے مطلب ہے وہ کبھی بھی اپنے پیرنٹس کے سامنے تمہیں ڈیفینڈ نہیں کرے گا۔" عزہ کی بات پر وفا کے ماتھے پر شکنیں نمودار ہو گئیں۔

"تمہارا مسئلہ کیا ہے، اس نے جو بھی میرے ساتھ کیا وہ جیسا بھی نکلا تم فکر مت کرو واپس تمہارے پاس نہیں آؤں گی۔ اور تمہیں کیسے پتہ ہے کہ وہ برا انسان ہے، تم نے کیا برائی دیکھ لی صرف ایک تصویر میں سے...... ہم۔" وفا اس کی بات کو خاطر میں لائے بغیر واپس اپنے موبائل میں مصروف ہو گئی۔ وہ کیسے اسے بتائے کہ وہ آج ہی اس سے ملی ہے۔

عزہ نے خود کو بے بس محسوس کیا۔ کاش لڑکیاں گھروں سے نکلتے وقت یہ سوچ لیں کہ کسی کے ساتھ کچھ لمحے گزارنے کی خواہش انہیں اور ان کے پورے خاندان کو کس اذیت سے دوچار کرتی ہیں۔

وفا کو اس لمحے تو احساس نہ ہوا۔ اور تب یہ احساس بالکل ہی مر گیا جب اس نے اگلے دن زبیر کے ساتھ کورٹ میرج کر لی۔ نہ صرف یہ بلکہ زبیر کے ایک دوست کے توسط سے کسی گیسٹ ہاؤس میں کچھ گھنٹوں کے لیے کمرہ بھی بک کروا لیا۔ اور پھر یہ سلسلہ بہت دن چلتا رہا۔

مگر آخر کبھی تو حقیقت کھلنی تھی۔

☆......☆......☆

انہیں آج کل یونیورسٹی کی طرف سے آف تھا کیونکہ فائنل شروع ہونے والے تھے۔ زبیر یہ کہہ کر فیصل آباد چلا گیا کہ پیپرز میں لگ کر پھر دس پندرہ دن گزر جائیں گے لہٰذا وہ اپنے گھر والوں سے ملنے جا رہا ہے۔

جبکہ سے ایک دن پہلے بھی زبیر کا کچھ پتہ نہیں تھا اس کا فون بھی بند جارہا تھا۔ وفا بے حد پریشان تھی۔ کچھ پیپر کی ٹینشن بھی تھی۔ وہ دوپہر کو کمرے میں بیٹھی تیاری کر رہی تھی کہ ایک دم بی پی شدید لو ہو گیا، وہیں بیٹھے بیٹھے بے ہوش ہو گئی۔ وہ تو اتفاق سے عزہ کمرے میں کسی کام سے آئی۔ وفا کو بیڈ پر اوندھے پڑے دیکھ کر تیزی سے اس کی جانب بڑھی۔ تیزی سے اس کی نبض ٹٹولی۔ جو بہت مدھم چل رہی تھی۔

"امی امی، دیکھیں وفا کو کیا ہوا ہے۔" آنسو بے اختیار اس کے گالوں پر پھسلے۔ عطیہ بیگم پریشانی سے اندر آئیں، اسے یوں بے ہوش دیکھ کر دل تھام لیں۔

"ٹھہرو میں سامنے والی فرح کو بلاتی ہوں، وہ ڈاکٹر ہے نا۔" انہوں نے تیزی سے سر پہ دوپٹہ لپیٹتے ہوئے کہا اور دروازے کی جانب دوڑ پڑیں۔

کچھ دیر بعد جب ڈاکٹر کے ہمراہ آئیں اور اس نے چیک کیا تو کچھ دیر وہ وفا کا بی پی چیک کر کے ہاتھ روکے وہیں بیٹھی رہی۔

"آپ نے بیٹی کی شادی کر دی ہے کیا؟" ڈاکٹر نے اچنبھے سے پوچھا۔

"نہیں بیٹا، ابھی تو یہ پڑھ رہی ہے۔" انہوں نے ہلکی سی مسکراہٹ سے کہا۔

"مگر اس وقت اس کی دھڑکن کے ساتھ ایک ننھی جان کی دھڑکن بھی سنائی دے رہی ہے۔ آپ اس کا کمپلیٹ چیک اپ کروائیں، یہ پریگنینٹ ہے۔" ڈاکٹر کی بات سن کر عطیہ بیگم اور عزہ کو محسوس ہوا کہ کمرے کی چھت ان پر گر گئی ہو۔

عطیہ بیگم لڑکھڑائیں اگر عزہ ان کے پاس نہ کھڑی ہوتی تو وہ یقیناً گر جاتیں۔ اس نے جلدی سے ماں کو تھام لیا۔ وہ تو خود سکتے کی کیفیت میں تھی۔ ڈاکٹر ایک انجکشن لگا کر ان سے نظریں چراتی واپس چلی گئیں۔

"عزہ! تُو جانتی ہے کچھ۔" اپنی بے یقین نظریں وفا کے چہرے پر گاڑے انہوں نے عزہ سے سوال کیا۔

"امی! وہ کسی لڑکے کو پسند کرتی تھی، میں نے بہت سمجھایا مگر مجھے نہیں پتہ تھا وہ اس حد تک چلی جائے گی۔" عزہ نے روتے ہوئے انہیں بتایا۔

وہ خاموش رہیں۔ یہ تو اب وفا ہوش سے اٹھنے کے بعد ہی بتا سکتی تھی کہ یہ کسی گناہ کا صلہ تھا یا اس سچائی کو نکاح کے بندھن میں لپیٹ دیا گیا تھا۔

☆......☆......☆

وفا کو جب ہوش آیا اور ماں نے جس طرح کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھتے استفسار کیا، وفا کو تب اندازہ ہوا کہ وہ رشتہ اب صرف زبیر اور اس کا نہیں رہا بلکہ اس میں کوئی اور بھی حصہ دار آ گیا ہے۔

"ہم نے کچھ دن پہلے کورٹ میرج کی تھی۔ اس کے ماں باپ نہیں مان رہے تھے اور اگر وہ اکیلا رشتہ لے کر آتا تو آپ لوگوں نے نہیں ماننا تھا تو بتائیں ہم کیا کرتے۔"

اس نے بے خوفی سے ماں کو دیکھتے اپنے سب بتایا جیسے یونیورسٹی میں ہونے والا کوئی عام قصہ سنا رہی ہو۔ کوئی شرمندگی اس کے چہرے پر نہیں تھی۔

"تو ڈوب مرتے، تمہارے خیال میں اس رشتے کو نکاح کا نام دے کر تم دنیا کی نظروں میں معتبر ہو گئی ہو۔ چھپ کر نکاح کرنے والی اتنی ہی ذلت اور رسوائی سے گزرتے ہیں جتنی چھپ کر اپنی ہوس پوری کرتے ہیں، معاشرے میں رہنے کے کچھ قواعد و ضوابط ہوتے ہیں۔ اگر انہیں پورا نہ کیا جائے تو گناہ گناہ ہی رہتا ہے۔ اگر اس کے پیچھے کوئی خاص مجبوری یا کسی کی جان بچانے کی مصلحت نہ ہو۔" عطیہ بیگم نے اسے آئینہ دکھایا۔

"اور جس کے سر پہ چڑھ کر تم نے یہ سب کیا ہے بلاؤ اسے اور بتاؤ کہ تم کس عذاب سے گزر رہی ہو۔ وہ مدد کرے تمہاری آکر۔ اپنے ماں باپ کو لائے اور تمہیں کل کا لے جاتا ہے شک آج لے جائے۔ اگر وہ آگیا تو۔"

ان کے الفاظ نے اسے بہت کچھ سمجھا دیا تھا۔ وہ بھی جس سے وہ اب تک نظریں چرائے بیٹھی تھی۔ اس نے پھر سے زبیر کو کال ٹرپ کالز کیں مگر اس کا فون مسلسل بند جا رہا تھا۔

وفا نے اب کی بار اپنی ایک کلاس فیلو سے زبیر کے دوست کا نمبر لیا۔ اب زبیر سے بات کرنا اس کے لیے لازمی ہو گیا تھا۔ جیسے ہی اس نے نمبر ملایا چوتھی بیل پر اس نے کال ریسیو کر لی۔

"ہیلو، میں وفا بول رہی ہوں۔ بھائی! آپ کو زبیر کے بارے میں کچھ پتہ ہے۔ میں اس کو فون کر رہی ہوں مگر وہ فون نہیں اٹھا رہا۔ سب خیریت ہے نا۔" وفا نے چھوٹتے ہی زبیر کے بارے میں پوچھا۔ اس کا یہ دوست حمزہ اور زبیر کے تعلق سے متعلق جانتا تھا۔

"وہ اصل میں زبیر کی تو کل شادی ہوئی ہے۔ وہ گھر اسی لیے گیا تھا۔" وفا کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ۔" اس نے بمشکل یہ لفظ ادا کیے۔ آنسوؤں کا گولا اس کے گلے میں پھنس رہا تھا۔

"معاف کیجیے گا، بے شک وہ میرا دوست تھا مگر وہ اچھے کریکٹر کا بندہ نہیں تھا۔ اس نے یہ سب بھی صرف وقت گزاری کے لیے کیا تھا اور جانے سے پہلے وہ ڈائیورس پیپر مجھے دے گیا تھا۔ آپ چونکہ نکاح پر بضد تھیں لہٰذا اس نے آپ کے ساتھ کورٹ میرج کی نہیں تو وہ شاید اسی طرح آپ کو حاصل کرنے کے چکر میں تھا۔ مجھ میں ہمت نہیں تھی کہ آپ کو ڈائیورس پیپر زد یتا

اسی لیے وہ میرے پاس ہی ہیں۔ مجھے معاف کردیجیے گا میں بھی آپ کو یہ سب نہیں بتا سکا۔“
وفا کے ہاتھ سے موبائل بیڈ پر گر چکا تھا۔ وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپائے پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔ عزہ کے الفاظ اس کے دماغ میں گونج رہے تھے۔

”وفا وہ اچھا انسان نہیں صرف ٹائم پاس کر رہا ہے۔“

کیا حوا کی بیٹی اتنی ہی ارزاں ہے کہ کوئی بھی اس کی عزت کی محبت کے نام پر دھجیاں بکھیر کر چلا جاتا ہے۔

نہیں یہ صرف اس لیے ہوتا ہے کہ وہ مرد کو خود سے کھیلنے کا موقع دیتی ہے۔ وہ کیوں اپنی نسوانیت کو ان سڑک چھاپ آوارہ گردوں کے ہاتھ دیتی ہیں کہ وہ جیسے چاہے ان کے ساتھ سلوک کریں۔

جب لڑکی خود موقع دیتی ہے تب ہی اگلا شیر ہوتا ہے۔ اس نے کیوں زہیر کا پہلی بار اظہار کرنے پر منہ نہیں توڑا۔ اگر وہ اتنی ہمت پہلی بار میں کر لیتی تو آج رسوائیوں کی اس دلدل میں نہ گر پڑتی۔

رات تک عزہ نے اس سے سب اگلوالیا۔ وفا اس قدر دلبرداشتہ تھی کہ وہ خودکشی کا سوچ بیٹھی تھی۔ عزہ اس کی حالت سے واقف تھی لہٰذا وہ سارا وقت سائے کی طرح اس کے ساتھ ساتھ رہتی تھی۔

سب رشتے داروں کو آہستہ آہستہ معلوم ہو گیا تھا۔ جتنے منہ اتنی باتیں کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ۔

وفا نے ان باتوں کا بے حد اثر لیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ڈلیوری کے وقت دو خوبصورت بچوں کو جنم دے کر وہ خود موت کی نیند جا سوئی۔

عزہ تو تڑپ تڑپ گئی اپنی بہن کے لیے۔ جیسے ہی کچھ دن گزرنے کے بعد وہ سنبھلی اس نے ان دونوں بچوں کو اپنی محبت کی آغوش میں چھپالیا وہ ان کی ماں بن کر دنیا کے سامنے ان کے لیے ڈٹ گئی۔ جس جس رشتے دار نے کچھ کہا عزہ نے اس کا بائیکاٹ کر دیا۔

☆......☆......☆

حنا کے خاموش ہونے پر بشر جیسے ہوش میں آیا۔ اسے لگا اس کی محبت عزہ کے لیے اور بھی بڑھ گئی ہے۔ کیا لڑکی تھی وہ۔ کس طرح ان بچوں کے لیے اپنی عمر تیاگ دینے پر راضی تھی۔ بہن بھائیوں کی محبتیں مثالی ہوتی ہیں مگر یہ تو الگ ہی محبت تھی۔

اور زبیر اس کا دل کیا وہ آج اور ابھی جا کر اس جیسے گھٹیا انسان کا گریبان پکڑ کر پوچھے۔

"میرے بہن کا جس محبت پر حق تھا اسے کہاں کہاں بانٹ آئے ہو۔" شاید اللہ نے اسی لیے اس کے کیے کی سزا اسے اب بے اولادی کی صورت میں دی تھی مگر اس سب میں اس کی بہن کا کیا قصور تھا۔

"بہت شکریہ آپ کا۔" بشر نے اپنی سوچوں سے نکل کر ہلکی سی مسکراہٹ ہونٹوں پر لاتے اس کا شکریہ ادا کیا۔ مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اسی لمحے ہوٹل کا دروازہ کھول کر بچوں کے ساتھ اندر آتی عزہ کی نظر اس پر پڑ چکی ہے۔ جس کا ڈر تھا وہی ہوا بشر یقیناً عزہ کے ماضی کے متعلق کچھ جاننے حنا سے ملا ہے۔

عزہ کے اندر غصے کی لہر دوڑی۔ وہ الٹے قدموں بچوں کو لیے وہاں سے واپس چلی گئی۔

ہادی اور سعد کا یونیفارم وہ لینے نکلی تھی کہ بچوں نے واپسی پر بھوک بھوک کا شور مچا دیا۔ وہ انہیں لیے بندو خان آ گئی مگر آگے جو منظر دیکھنے کو ملا وہ اسے طیش دلانے کے لیے کافی تھا۔

☆......☆......☆

بشریٰ رات میں جب گھر آیا تو بچے لاؤنج میں بیٹھے بلاکس بنانے میں مصروف تھے جبکہ عزہ کچن میں تھی۔

''کیا ہو رہا ہے میرے شہزادو۔'' بشر نے ان کے پاس آ کر ہادی اور سعد دونوں کو پیار کرتے ہوئے کہا۔ عزہ تیر کی طرح ان کے پاس آئی اور بشر کی گود سے ہادی کو جھپٹ کر اتارتے اندر کی جانب بھیجنے لگی۔

''آپ دونوں اندر جاؤ میں آ رہی ہوں۔'' اس نے دونوں کو اندر کی جانب کرنا چاہا مگر وہ بھی اپنے نام کے ایک تھے۔

''ابھی بابا کو اپنے کلرز دکھانے ہیں۔'' سعد نے بشر کی جانب بڑھتے ہوئے کہا۔ جو عزہ کی ہادی کو کھینچنے والی حرکت پہ اب تک ششدر تھا۔

''نہیں ہیں یہ تمہارے بابا۔'' عزہ کے الفاظ بشر کا دماغ گھولا گئے۔

''شٹ اپ عزہ اپنی غلطیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے بچوں کے دماغ کو آلودہ مت کریں۔'' بشر پہلی مرتبہ عزہ سے غصے میں اونچی آواز میں بولا تھا۔

''ہاں تو کیا غلط ہے۔'' عزہ سنبھل کر چلاتے ہوئے بولی۔ ہادی اور سعد عزہ کا یہ روپ دیکھ کر ڈر کر بشر کی ٹانگوں سے لپٹ گئے۔

''بچے تو وہ آپ کے بھی نہیں۔'' بشر کی بات نے اس کا دماغ بالکل ہی گھما دیا۔

''میرے صرف میرے بچے ہیں یہ اور آپ جس سے پٹیاں پڑھ کر آئے ہیں میں سب جان گئی ہوں لوگوں کی بکواس کی میں نے کبھی پروا نہیں کی نہ اب کرتی ہوں۔ دے آل گو ٹو ہیل۔'' بشر کو غصے سے گھورتی دونوں بچوں کو کھینچتی وہ کمرے میں چلی گئی۔

☆......☆......☆

بشر جس وقت کمرے میں آیا۔ حزہ بچوں کو سلا کر نماز پڑھنے میں مصروف تھی۔ بشر بیڈ کے کونے پر ٹک کر اس کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ وہ اس سے پوچھنا چاہتا تھا کہ اس نے اس پر اعتماد کیوں نہیں کیا۔ کس برتے پر وہ یہ رشتہ نباہ رہی ہے۔ اس نے یہ سب اس سے کیوں چھپایا کیا وہ اس قابل بھی نہیں کہ وہ اس کے دکھوں کو بانٹ سکے۔ کم تو وہ نہیں کر سکتا مگر بانٹ تو سکتا ہے۔

کیا وہ اس کے گھر کو بس ایک سرائے سمجھے ہوئے تھی۔ جہاں وہ رک کر کچھ دیر قیام کے لیے آئی تھی۔ کیا اس گھر کے مالک سے وہ کوئی رشتہ بنانا چاہتی بھی تھی یا نہیں۔ یہ سب پوچھنا اب اس کے لیے بہت ضروری ہو چکا تھا۔

جیسے ہی وہ نماز ختم کر کے جائے نماز سمیٹ کر مڑی اس نے اپنے پیچھے بشر کو بیڈ پر سر جھکائے بیٹھے دیکھا۔

ایک پل کے لیے وہ ٹھٹکی پھر آگے بڑھ کر جائے نماز سامنے ہی بک ریک کے نچلے خانے میں رکھنے لگی۔ بشر نے ذرا سا سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔

"مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔" بشر کے کہنے پر ایک نگاہ اسے دیکھا جو حزہ کی ہی جانب دیکھ رہا تھا۔

"مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔ سب کچھ تو اس میڈم سے جان چکے ہیں آپ۔ میری بہن کی بدنامی کی خوب داستان سنائی ہوگی اس نے آپ کو مگر اس سب میں آپ کے وہ بہنوئی بھی برابر کے شریک ہیں۔" حزہ نے تلخی سے کہا۔

"حزہ! کسی کے بارے میں برا گمان نہیں کرتے۔ بہت بڑا گناہ ہے اس کا۔ حنا نے صرف مجھے چند حقیقتیں بتائی ہیں۔ آپ نے تو اس قابل بھی نہیں سمجھا کہ کچھ بھی مجھ سے بھی

ڈسکس کرتیں۔" بشر کے شکوے پر اس نے بے یقین نظروں سے بشر کو دیکھا۔

"کیا صرف جو پیدا کرتی ہے وہ ماں ہوتی ہے۔ کیا پالنے والی کا کوئی رتبہ نہیں۔ میں جس نے راتیں جاگی ہیں ان بچوں کے ساتھ، اپنی نیند، اپنا آرام اپنی تکلیف کچھ نہیں دیکھی۔ ان کی ایک آواز پر ان کی جانب دوڑی ہوں، اپنے منہ سے لقمے نکال کر انہیں کھلائے ہیں۔ میں کیسے کہہ دوں کہ یہ میرے بچے نہیں۔ میں کیسے......" عزہ کے آنسوؤں نے اسے اس سے آگے کچھ بولنے نہ دیا۔

"میں نے کب کہا کہ آپ ایسا نہ کہیں۔ مگر کم از کم جو تکلیف کا بار آپ اٹھائے پھر رہی ہیں وہ تو مجھ سے ڈسکس کر لیتیں۔ زبیر بھائی نے کیا کیا آپ کی بہن کے ساتھ آپ وہاں سے واپس آ کر وہ تو بتا سکتی تھیں مجھے۔ عزہ! میں کون ہوں آپ کی زندگی میں۔ میرے رشتے کا تو تعین کر لیں۔ آپ نے مجھ سے بچوں کے لیے سچ چھپایا۔ اٹس او کے۔ وہ سب سننے کے بعد یقین کریں میری محبت میں اضافہ ہوا ہے۔ محبت کا کوئی روپ اس محبت کے آگے کچھ نہیں جو آپ نے ان بچوں کے ساتھ کی ہے۔ میں نے تو انہیں آپ کے اپنے بچوں کے روپ میں بھی قبول کر لیا تھا۔ تو آپ کیسے سوچ سکتی ہیں کہ سچ سننے کے بعد میری ان کے لیے محبت میں کوئی کمی آ جاتی۔ جب آپ سے کسی صلے کے بغیر محبت کیے جا رہا ہوں تو یہ بچے تو مجھے ہر لمحہ محبت کا جواب کہیں زیادہ محبت سے دیتے ہیں۔ میں ان کو چھوڑنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ مگر آپ نے تو مجھے کسی قابل سمجھا ہی نہیں۔ ہنسی آ رہی ہے مجھے خود پر اس تعلق پر جو آپ کے اور میرے بیچ ہے۔ شاید لوگ اجنبیوں پر بھی بھروسہ کر لیتے ہیں آپ نے تو اتنے اہم رشتے کو بھی سوالیہ نشان بنا دیا ہے۔" بشر نے بے بسی سے ہنستے ہوئے اس کے مقابل کھڑے ہوتے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے اب کسی پر اعتبار نہیں۔ میں نے مرد اور عورت کی محبت کی اتنی کریہہ صورت دیکھی ہے کہ مجھے کسی پر اب اعتبار نہیں آتا۔ مجھے لفظ محبت سے چڑ ہو گئی ہے۔ میں چاہتے ہوئے بھی آپ کی محبت کو محسوس نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میں خود کو اس رشتے میں باندھنا ہی نہیں چاہتی تھی جو انسان کو ساری عمر کی کسک دے جائے۔" عزہ نے نظریں جھکائے آج اپنے دل کے رازوں سے پردہ ہٹاتے بشر کو پہلی مرتبہ اپنے احساسات کا چہرہ دکھایا تھا۔

"عزہ! سب لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے۔ جیسے سب لڑکیاں محبت کے نام پر دھوکہ نہیں کھاتیں۔" بشر نے اس کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں بھرتے ہوئے اسے جذب سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"پتہ نہیں میرا کسی پر اعتبار کرنے کو دل مانتا ہی نہیں۔ آپ کی جانب میں کیوں ہر بار ایک آس اور امید لے کر آنسو بہاتے آ جاتی ہوں میں خود نہیں جانتی۔ میں آپ سے محبت نہیں کرتی۔ میں کر ہی نہیں سکتی مجھے آپ سے کوئی محبت نہیں۔ سن رہے ہیں نا آپ، مجھے بالکل بھی آپ سے محبت نہیں۔" پھوٹ پھوٹ کر روتے وہ محبت کا انکار کرتے وہ سب کہہ گئی جسے وہ بشر سے اور خود سے بھی چھپا رہی تھی۔ ہمیشہ چھپا کر ہی رکھنا چاہتی تھی۔

کب بشر نے اس کے دل کی سرزمین پر اپنی محبتوں کے پھول لگائے تھے وہ نہیں جانتی تھی۔ مگر ہر تکلیف میں اس کا سہارا ڈھونڈنا محبت نہیں تو اور کیا تھا۔

یہ محبت کی سب سے خالص شکل تھی۔ جو جسم سے بالاتر صرف روح کی پیاسی تھی۔

"ہاں میں نے سن لیا ہے آپ کو مجھ سے محبت نہیں ہے۔ آپ کو واقعی مجھ سے محبت نہیں ہے۔"

بشر نے اس کی اداؤں پر مسکراتے ہوئے اس کے ماتھے پر پیار کرتے روتی ہوئی عزہ کو خود

میں سمیٹ لیا۔اور وہ ہمیشہ کی طرح اس کا کندھا اور اس کا دل بھگونے لگی۔کیا اقرار تھا آنسوؤں میں بھیگا ہوا۔بشر تو نہال ہی ہو گیا۔

☆......☆......☆

اگلے دن وہ بشر سے نگاہیں چرا رہی تھی۔اپنے انکار میں چھپی جس محبت کا وہ اقرار کر گئی تھی اب اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ بشر کا سامنا کیسے کرے۔جبکہ بشر روزانہ کی طرح نارمل ہی بی ہیو کر رہا تھا۔

عزہ کو بھی اس کے رویے سے کچھ تقویت ملی۔بچوں کو تیار کر کے بشر کے ساتھ بھیجنے کے بعد وہ گھر کے کاموں میں مصروف ہو گئی۔رات کے بعد سے یہ ہوا کہ ان کے درمیان جو ایک اجنبیت اور سرد مہری کی دیوار جو پھر سے بن گئی تھی وہ ختم ہو چکی تھی۔عزہ کا دل تھوڑا پر سکون تھا کہ اس سکون میں پھر سے وہی شخص بے سکونی پیدا کرنے چلا آیا۔

فون کی بیل بجی،عزہ پاس ہی میگزین سمیٹ رہی تھی۔مصروف سے انداز میں اس نے فون اٹھایا۔

"السلام علیکم۔"اس نے فون اٹھاتے کہا۔

"وعلیکم السلام۔عزہ سے بات ہو سکتی ہے۔"کسی مرد کی آواز اور پھر اسی سے بات کرنے کی خواہش نے عزہ کو کافی حیران کیا۔

"جی میں بول رہی ہوں۔آپ کون؟""آواز سنی ہوئی نہیں تھی لہٰذا وہ پہچان نہیں سکی جبکہ دوسری جانب یہ سنتے ہی خاموشی چھا گئی۔عزہ کو ایسا لگا فون بند کر دیا گیا ہے۔

"ہیلو کون ہے اور مجھ سے کیا بات کرنی ہے؟"اب کی بار وہ پریشان ہوئی جبکہ دوسری جانب ہنوز خاموشی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ چڑ کر فون رکھتی کہ دوسری جانب موجود بندے کا

نام سن کے سن رہ گئی۔

"میں۔۔۔میں زبیر بات کر رہا ہوں۔" اس نے جھجکتے ہوئے اپنا تعارف کروایا۔

"اوہ تو آپ۔۔۔کیا بات کرنا چاہتے ہیں اور کیا سوچ کر آپ نے مجھ سے بات کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ ہی کیا آپ کے پاس کہنے کے لیے۔"

عزہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ فون میں سے نکل کر اس شخص کا گریبان پکڑ لے۔ سات سال کوئی اتنا لمبا عرصہ نہیں ہوتا کہ اسے اپنی بہن کی وہ تکلیف بھول جاتی جو اس شخص کی بدولت اس نے اٹھائی تھی۔

"عزہ! میں......"

"میرا نام بھی اپنی گندی اور غلیظ زبان پر مت لانا۔" عزہ کا نام بلانے پر اس نے زبیر کو ٹوک کر تنبیہ کی۔

"دیکھو میں بہت مجبور تھا۔" زبیر نے اپنی صفائی دینے کا آغاز کیا۔

"آپ سے میں نے پوچھا کہ سات سال پہلے کیا ہوا۔ کون سی ایسی قیامت ٹوٹی کہ آپ نے کسی کے خوابوں کو، کسی کی سچی محبت کو اپنے پیروں تلے روندا۔ اس حد تک اس کا نقصان کیا کہ وہ اپنا ذہنی سکون تک کھو بیٹھی اور بالآخر منوں مٹی تلے چلی...... چلی گئی۔" عزہ کے آنسو ایک تواتر سے اس کا چہرہ بھگو رہے تھے۔

وہ تکلیف تو وہیں تھی۔ اسی طرح تازہ جیسے ابھی ابھی وفا اسے چھوڑ کر گئی ہو۔

"میں نے غلطی کی بہت بڑی غلطی......اور یہ غلطی آسیب بن کر مجھے چمٹ گئی۔ میں نے اسے استعمال کیا تھا۔ میں...... میں مانتا ہوں کہ میں اس سے محبت نہیں کرتا تھا۔ میں نے اسے صرف اپنی تسکین پوری کرنے کے لیے اپنایا۔ اور جب میرا دل بھر گیا اور میرے گھر والوں نے

میری اور اپنی پسند کردہ لڑکی سے میری شادی کر دی تو میں نے وفا کو چھوڑ دیا کیونکہ مجھے اس کے ساتھ اپنا تعلق بہت عرصہ بنانا ہی نہیں تھا، مگر میں نہیں جانتا تھا کہ اس سب کی سزا اللہ مجھے دے دے گا۔ جب اپنی طاقت کا نشہ دل و دماغ میں ہو تو انسان یہ بھول جاتا ہے کہ وہ انسان ہی ہے خدا نہیں۔ میں اسی زعم میں تھا کہ میں کبھی اللہ کی پکڑ میں نہیں آ سکتا مگر میں آ گیا۔"

"مجھے آپ کی کسی بکواس میں کوئی انٹرسٹ نہیں، آپ نے جو کچھ بھی جس کسی نشے میں گم ہو کر کیا مجھے اس سے کوئی غرض نہیں، نہ مجھے جاننے کا شوق ہے۔ آپ جیسے گھٹیا انسان کے ساتھ جتنا برا ہو اتنا اچھا ہے۔ آپ نے صرف ایک وفا کو برباد نہیں کیا بلکہ آپ نے میری زندگی، میرا محبت پر سے اعتماد اور کسی بہت خالص شخص کو ناکتنے جیسے بہت سے گناہ کیے ہیں۔ آپ کی اس ہوس نے مجھے محبت کی جانب کبھی بڑھنے ہی نہیں دیا۔" وہ دانت پیستے اس کا ایک ایک قصور گنوا رہی تھی۔

"مجھے معاف کر دیں۔" زبیر کی آواز میں نمی گھلی۔

"معاف کر دوں، میں معاف کر دوں جس کے آپ سب سے بڑے قصوروار تھے وہ تو رہی نہیں، میری معافی کوئی معنی نہیں رکھتی اور نہ میرا آپ کو معاف کرنے کا کوئی ارادہ ہے۔ آپ جیسے لوگوں کو اتنی عبرتناک سزا ملنی چاہیے کہ کوئی بھی کسی معصوم کے احساسات کے ساتھ کبھی کھیلنے کا سوچے بھی نہ۔" عزہ کی آواز میں تلخیاں بھری ہوئی تھیں۔

"ہاں میں اسی قابل ہوں کہ میں اس آگ میں ساری زندگی جلتا رہوں۔" وہ افسردگی سے بولا۔

"کیا جو بچے آپ کے پاس ہیں وہ میرے اور وفا کے......"

"خبردار، میرے بچوں کا سوچنا بھی نہیں۔ اگر ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو میں

آنکھیں نوچ لوں گی۔ تم جیسے شخص کی یہی سزا ہے کہ تم ساری زندگی ان کے لیے ترسو۔ وہ میرے اور صرف میرے بچے ہیں۔ کسی کا ان پر کوئی حق نہیں۔ سمجھے آپ۔ میرے گھر آنے اور ان سے ملنے کی کوشش بھی مت کرنا۔ میں اپنے بچوں کے لیے ہر حد تک جاسکتی ہوں۔ ... سنا آپ نے۔"

عزہ نے کپکپاتے ہاتھوں سے زور سے فون رکھا اور شدت سے رو پڑی۔

☆......☆......☆

اگلے کچھ دنوں تک وہ اسی خوف میں مبتلا رہی کہ اگر زبیر اس کے گھر آگیا تو..... شام میں وہ بیٹھے چائے پی رہے تھے جبکہ بچے باہر لان میں کھیل رہے تھے کہ عزہ کے موبائل پر فجہ کا فون آیا۔

"السلام علیکم آپا! کیسی ہیں۔" عزہ نے محبت بھرے انداز میں فجہ سے بات کی۔

"وعلیکم السلام۔ میں ٹھیک ہوں۔ بچے کیسے ہیں۔" انہوں نے ہمیشہ کی طرح بچوں کا سب سے پہلے پوچھا، وہ بچوں سے بہت محبت کرتی تھیں۔ جب بھی آتیں بچوں کو بے تحاشا پیار کرتیں۔ ان کے ساتھ وقت گزارتیں۔

"الحمدللہ بالکل ٹھیک ہیں۔" عزہ نے بچوں کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر ایک نظر چائے پیتے نیوز چینل دیکھتے بشیر پر ڈالی۔

"عزہ! کیا مجھے تمہارے گھر آنے کی اجازت ہے۔" فجہ کی بات سن کر عزہ کچھ لمحے ساکت رہ گئی۔

"آپی! یہ آپ کا گھر ہے، آپ جب مرضی یہاں آنا چاہیں ضرور آئیں، میں اعتراض کرنے والی کون ہوتی ہوں۔ کیا آپ لاہور آئی ہوئی ہیں۔" اس نے فجہ کا اعتماد بڑھایا۔

"ہاں مجھے لگا شاید زبیر سے تعلق ہونے کی وجہ سے تم......" عزہ کچھ کہتے ہچکچائی۔

"میں صرف یہ جانتی ہوں کہ آپ بشر کی بہن ہیں اور اس سے آگے میں اور کسی تعلق کو نہیں جانتی۔ بشر کے حوالے سے آپ مجھے بہت عزیز ہیں۔" اس کی بات سنتے بشر جو بظاہر تو ٹی وی دیکھ رہا تھا لیکن عزہ کی جانب ہی سارا دھیان تھا۔ وہ اس کی بات سن کر حیران ہوا، کیا واقعی عزہ نے اسے کوئی خاص مقام دے دیا تھا۔ گو کہ اس دن کے بعد وہ اس سے ٹھیک سے بات کرنے لگ گئی تھی۔ اس کا پہلے سے زیادہ خیال بھی کرنے لگ گئی تھی مگر اس نے اس رشتے کو ابھی بھی لٹکا کر رکھا ہوا تھا۔

"آپ کہاں ہیں، میں بشر سے کہتی ہوں وہ آپ کو لے آتے ہیں۔"

"نہیں، میں آجاؤں گی، بس تم سے اجازت چاہیے تھی۔"

"پلیز آپا یہ سب کہہ کر مجھے شرمندہ مت کریں۔" وہ فجہ کی باتوں سے جان گئی تھی کہ اسے بھی ساری سچائیوں کے بارے میں پتہ چل گیا ہے۔ خدا حافظ کہہ کر اس نے اپنی ناراض نظروں کا رخ بشر کی جانب کیا۔

"آپا آئی ہوئی ہیں اور آپ نے مجھے نہیں بتایا۔" اس نے بشر سے شکوہ کیا جس کا رخ سامنے بیٹھی عزہ کی جانب ہوا۔

"آپ جس ذہنی اذیت سے گزر رہی ہیں مجھے یہی مناسب لگا کہ آپا کو فی الحال یہاں آنے سے روک دوں۔" بشر نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں ملاتے گھٹنوں پر کہنیاں رکھتے نظریں نیچے رکھتے جواب دیا۔

"میں ایسی گئی گزری ہوں کہ ایک بے قصور سے بدلہ لوں، ایسی لگتی ہوں آپ کو۔"

اس نے شکایتی نظروں سے بشر کو دیکھ کر منہ پھلایا۔ وہ عزہ کی بات پر مسکرایا پھر اپنی جگہ

سے اٹھ کر اس کے قریب آ کے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے جذب سے اس کی نظروں میں دیکھا۔

"میرے معاملے میں تو آپ اسی قدر ظالم ہیں۔ میرا بھی کیا قصور ہے، فقط یہ کہ آپ سے محبت کا جرم کیا ہے۔ میں بے قصور بندہ تو آپ کو نظر نہیں آتا نا، پوری دنیا کے لیے نیک دل ہیں میرے لیے اتنی سخت دل کیوں ہیں۔" بشر نے مان بھرے انداز میں عزہ کا دھیان اس کے رویے کی جانب کیا۔

"ہاں نا، آپ کا سب سے بڑا قصور یہی ہے کہ آپ نے ایک جذبوں سے عاری لڑکی سے محبت کی۔ اور اس قدر بے لوث کی کہ اسے بھی اس جرم میں شریک کر لیا۔ اسی لیے آپ کی سزا ہے کہ آپ مجھ سے دور رہ کر بات کیا کریں۔ بہانوں سے میرے پاس مت آیا کریں۔" عزہ کے اقرار اور پیار بھری دھمکیوں کو سن کر بشر اپنا بے اختیار قہقہہ روک نہیں سکا۔

"جبکہ میرا ماننا یہ ہے کہ آپ کے اتنے لیٹ اقرار کی سزا یہ ہونی چاہیے کہ آپ ہر لمحہ میرے قریب اور میرے دل کے پاس رہیں۔" بشر نے اسے اپنے بازوؤں کے گھیرے میں لیتے اس کے چہرے پر آنے والی بالوں کی لٹوں کو پیچھے کرتے ہوئے اس کے چہرے پر پیار سے اپنی انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔

عزہ سے تو بشر کی اتنی قربت کو سہنا مشکل ہو گیا اور اس پر اس کی آنچ دیتی نظروں نے عزہ کا اعتماد ختم کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

"میں نے کب اقرار کیا ہے؟" اس نے بشر کو گھورنے کی ناکام کوشش کی، مگر ایک سیکنڈ سے زیادہ اس کی جذبے لٹاتی آنکھوں میں نہیں دیکھ سکی۔

"انکار بھی نہیں کیا۔" بشر نے مسکراتے ہوئے اس کی پلکوں پر پھونک ماری۔

"اف اتنی ٹھنڈ ہے اس پر پھونکیں مار رہے ہیں۔" اس نے بشر کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فاصلہ پیدا کیا۔ بشر نے اس کی کوشش پر مسکراتے اس کے گرد لپٹے اپنے ہاتھ ہٹائے۔ حزہ فوراً اٹھ کر نماز پڑھنے چل دی۔

☆......☆......☆

نماز پڑھ کر وہ فارغ ہوئی تو لاؤنج سے آتی فجر کی آواز سنائی دی۔ وہ دوپٹہ کھولتی، جسے اس نے نماز کے سٹائل میں لپیٹا ہوا تھا، شانوں پر درست کیا اور کمرے سے باہر آ گئی۔

"السلام علیکم آپا!" محبت سے مسکراتے ان کی جانب بڑھی جو صوفے پر بیٹھی بشر سے باتیں کر رہی تھیں۔

"وعلیکم السلام کیسی ہو۔" انہوں نے بھی اپنی جگہ سے اٹھتے آگے بڑھ کر اسے پیار سے گلے لگایا۔

"الحمدللہ" اس نے محبت سے جواب دیتے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ خود کچن میں جا کر چائے کا پانی رکھا۔

"آپ کب سے آئی ہیں لاہور۔" اس نے کچن سے باہر آتے پوچھا۔

"کل آئی تھی۔" انہوں نے بشر کو ایک نظر دیکھتے جواب دیا۔

"تو رات کہاں رہیں۔" اس نے حیرت سے پوچھا۔ اس وقت وہ بشر کے صوفے کے پیچھے کھڑی ہوئی تھی۔

"پی سی میں رہی تھی۔ آنے سے پہلے بشر کو فون کیا تو اس نے کہا کہ ابھی آپ گھر نہ آئیں۔ پتہ نہیں حزہ کیسے ری ایکٹ کرے، وہ بہت ٹینس ہے۔" حزہ نے افسوس سے بشر کے سر کی جانب دیکھا۔

"آپ مجھے پہلے بتا دیتیں نا...... یہ تو بس ایسے ہی ہیں۔"

"فضول کا اضافہ بھی کر لیتا تھا۔" بشر نے مڑ کر کن انکھیوں سے اس کو دیکھتے مسکراتے لہجے میں کہا۔ اب اس میں بیویوں والی جھلک نظر آنے لگ گئی تھی۔

"اچھا اب لڑنا مت، میری وجہ سے کچھ نہیں ہوتا، تم چائے بنا کر آؤ، میں نے تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔" نمیحہ نے دونوں کے تیور دیکھ کر معاملہ ٹھنڈا کرنا چاہا۔ وہ کچن کی جانب مڑی اور نمیحہ اٹھ کر بچوں کے پاس چلی گئی۔ بشر بھی کچھ دیر بعد اٹھ کر کچن میں اس کے پیچھے آیا جو اب کباب تلنے میں مصروف تھی۔

"کوئی ہیلپ چاہیے میری۔" بشر جان کر اسے تنگ کرنے کی غرض سے بولا۔

"بہت شکریہ آپ کا، پہلے ہی بہت مہربانیاں کر رہے ہیں آپ۔" اس نے غصے سے رخ موڑے جواب دیا۔

"دیکھ لیں آپ کی طرح نہیں ہوں بے رحم۔" بشر نے اس کے وجود کے گرد اپنے بازو باندھتے ہوئے کہا۔ حمزہ کے اقرار نے بشر کو اتنا حوصلہ تو دیا تھا کہ اب وہ اس کے قریب آ سکتا تھا۔

"خبردار جو مجھے ہاتھ لگایا اب۔ دنیا میں بدنام کر رہے ہیں مجھے۔ ظالم مشہور کر دیا ہے۔" اس نے غصیلے لہجے میں اس کے بازو پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"وہ تو آپ ہیں۔ سب سے زیادہ آپ کے ظلم کا نشانہ ہی میں بنا ہوں۔" بشر کی گمبھیر آواز نے حمزہ کی دھڑکنیں بڑھا دیں۔

"تو پھر کیوں آتے ہیں میرے پاس۔" حمزہ نے روٹھے پن سے کہا۔

"کیا کروں، آپ کی ہر ادا پر پیار آتا ہے۔ یقیناً عشق میں اندھا اسی کو کہتے ہیں۔" اس کے بالوں پر محبت سے اپنے لب رکھتا وہ بولا۔ حمزہ نے پاس پڑا ایپرن اپنے گرد لپیٹے اس کے

بازو پہ مارا۔
"اُف، ظالم ہونے کے ساتھ ساتھ تشدد پسند حسینہ بھی ہیں۔" بشر نے فوراً اپنے ہاتھ ہٹائے۔ بازو سہلاتے اسے تنگ کرنے سے باز نہ آیا۔
"لوگ محبت میں اپنی محبوبہ کے لیے پھول اور خوشبو جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں اور ایک آپ ہیں جو کبھی ظالم اور تشدد پسند کہہ رہے ہیں مجھے۔" عزہ نے ناراضگی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔
"کیا کروں بزنس مین ہوں شاعر نہیں ہوں۔" بشر نے پانی پیتے ہوئے کہا۔
"تو محبت بھی نہیں کرنی تھی۔ لوگ تو محبت میں شاعر بن جاتے ہیں۔" اس نے افسوس کیا۔
"ہاں تو میں عملی شاعر ہوں باتوں کا شاعر نہیں۔ مجھے موقع دیں پھر دیکھیں کیسے کیسے دیوان رقم کرتا ہوں۔" بشر کی بات کا مفہوم سمجھتے عزہ کے چہرے پر لالی بکھری۔
"آپ میرے خاصے شریف شوہر تھے۔" اس نے بشر کو شرمندہ کرنا چاہا۔
"شوہر سب شریف ہوتے ہیں جبکہ آپ مجھے محبوب کے روپ میں دیکھنا چاہتی ہیں اور وہ شریف ہرگز نہیں ہوتے۔" بشر نے جیسے اسے زچ کیا۔
"آپ شوہر ہی ٹھیک ہیں۔" بشر اس کے گھبرانے پر اور خود سے کترانے پر محظوظ ہوا۔
"کام کریں کچھ خاتون۔ ہر وقت باتیں کرتی رہتی ہیں۔" بشر کی شرارتی مسکراہٹ پر اور اس الزام پر اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔
"خود مجھے باتوں میں لگایا ہوا ہے۔" اس نے خطرناک تیوروں سے اس کی جانب دیکھا جو اب کچن سے باہر جا رہا تھا۔

☆......☆......☆

چائے پینے کے بعد پیٹر بچوں کو لے کر قریبی پارک چلا گیا۔

''عزہ! یہ مت سمجھنا کہ میں یہاں کسی کی وکالت کرنے آئی ہوں۔ بلکہ وہ تکلیف دہ لمحے تمہارے ساتھ شیئر کرنے آئی ہوں جن سے کچھ دن پہلے میں گزری تھی۔ جس دن زبیر نے تمہیں فون کیا تھا اتفاق سے میں نے وہ سب اس دن سن لیا تھا۔ مجھے معلوم ہی نہیں تھا کہ جس شخص کو میں نے اپنے تمام خالص جذبوں کا امین سمجھا تھا وہ شادی سے پہلے ہی خیانت کر چکا تھا اور نجانے کتنی بار۔ میں اس دن بہت تکلیف سے گزری تھی۔ زبیر کے فادر اور ڈیڈی دونوں بیسٹ فرینڈ تھے۔ ہمارا شروع سے ایک دوسرے کے گھروں میں آنا جانا تھا۔ جب میں اور زبیر کالج لائف میں پہنچے تب ہمیں محسوس ہوا کہ ہماری فیلنگز ایک دوسرے کے لیے بدل گئی ہیں۔ زبیر نے بہت مرتبہ اظہار کرنا چاہا مگر میں نے ہر مرتبہ کہا کہ اس سب کا اختیار میرے پیرنٹس کو، زبیر کے پیرنٹس کو بھی میں پسند تھی۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ زبیر کے پیرنٹس کو تمہاری بہن اور زبیر کے تعلقات کا پتہ چل گیا تھا۔ انہوں نے آنا فانا رشتہ بھیجا اور پھر ہماری شادی ہو گئی۔ کچھ عرصہ تو ہم اپنی محبت میں گم بہت پرسکون زندگی گزارتے رہے۔ مگر جیسے جیسے سال گزرے، اولاد کی کمی محسوس ہوئی۔ اور جب میں نے چیک اپ کروایا تو ڈاکٹرز نے مجھے بانجھ ہونے کی خبر سنائی۔ میں اور زبیر بہت مضطرب ہوئے۔ اور پھر زبیر نے یہاں سے آسٹریلیا ٹرانسفر کروا لیا۔ میں یہی سمجھتی رہی کہ زبیر نے یہ سب میرے لیے کیا ہے تاکہ میں لوگوں کی باتوں سے بچ جاؤں مگر کل اس نے یہ کنفیس کیا کہ کسی کے ساتھ کیے گئے ظلم اور اپنے ضمیر کے طعنوں سے بچنے کے لیے اس نے یہاں جانے کا فیصلہ کیا۔ عزہ! میں خود بہت اذیت سے گزر رہی ہوں۔ ایک طرف دل کہتا ہے کہ ایسے بے وفا انسان کو چھوڑ دوں۔ گو کہ مجھ سے شادی کے بعد اس نے کبھی کسی کے ساتھ افیئر نہیں چلایا مگر وہ جو کچھ پہلے کر چکا ہے اس کی

اذیت میں اب محسوس کر رہی ہوں۔ میری تو کوئی اولاد بھی نہیں کہ جس کے سہارے میں اپنی باقی کی زندگی گزار دوں۔ ماں باپ کے گھر بھی نہیں جا سکتی کہ وہ مجھے کب تک رکھیں گے۔ کچھ سمجھ نہیں آرہا کیا کروں۔" وہ روتے ہوئے اسے اپنے دکھ میں شریک کر رہی تھیں۔

عزہ کو ان پر بہت ترس آیا۔ کبھی کبھی کسی کی غلطی کا خمیازہ کسی بے قصور کو بھگتنا پڑ جاتا ہے عزہ کو تو ایسا ہی محسوس ہوا۔ اس نے ایک لمبے سانس کھینچ کر انہیں اپنے ساتھ لگایا۔ وہ کسی مان سے اس کے پاس آئی تھیں تو وہ کیوں انہیں کوئی اچھا مشورہ دیتی۔ وہ اس کے لیے اس وقت صرف بیشر کی بڑی بہن تھیں۔

انسانیت کے ناطے وہ کچھ لمحوں کے لیے یہ بھول جانا چاہتی تھی کہ وہ اس شخص کی بیوی ہے جس سے وہ شدید نفرت کرتی ہے۔ اتنی کہ شاید نفرت کا لفظ بھی چھوٹا ہے اس احساس کے آگے جو وہ اس شخص کے لیے محسوس کرتی ہے۔

"آپا میں آپ کو یہی مشورہ دوں گی کہ اگر اس شخص نے آپ کو اتنی بڑی محرومی کے بعد بھی نہیں چھوڑا اور وہ آپ کا ساتھ دینے کا جذبہ دل میں رکھتا ہے تو آپ اسے مت چھوڑیں۔ بے شک اس سے وہ محبت نہ کریں مگر اس کا ساتھ چھوڑ کر آپ اکیلی رہ جائیں گی۔ وہ اگر آپ سے شادی کے بعد کسی اور کی جانب نہیں بڑھا تو یہ اللہ کا کرم ہی سمجھیں کہ اس نے ایسے شخص کے دل میں صرف آپ کی محبت کو رکھا اور اس کی ہوس زدہ فطرت کو بدل دیا۔ اگر وہ آپ کے سامنے اپنی غلطیوں کا اعتراف کر کے معافی نہ مانگتا تو آپ کیا کر لیتیں۔ اس معاشرے میں جہاں عورت بہت مضبوط ہو وہیں وہ بہت کمزور بھی ہے۔ اسے سہاروں کی ضرورت ہمیشہ رہتی ہے۔ آپ کو بھی ایک مرد کے سہارے کی ضرورت ہے۔ چاہے وہ سہارا کسی کے لیے کھوکھلا تھا مگر آپ کے لیے مضبوط ہے۔ اگر اس نے اپنی زندگی میں بہت سی غلطیاں کی تھیں تو آپ

اب کوئی غلطی مت کریں۔ آپ اسے معاف کر کے اسی کے ساتھ رہیں۔ میں ایک بہن ہونے کے ناطے آپ کو یہ مشورہ دے رہی ہوں۔ وفا تو اب اس دنیا میں نہیں رہی مگر آپ مجھے اسی کے جتنی عزیز ہیں۔ میں آپ کو کبھی کوئی غلط مشورہ نہیں دینا چاہوں گی۔ آپا! معاف کر کے دیکھیں، مجھے امید ہے آپ کا دل بھی پرسکون رہے گا اور وہ بھی آپ کے اس احسان کے آگے کبھی سر نہیں اٹھا سکے گا کہ آپ نے اس کے ہر گناہ کو کھلے دل سے بھلا دیا ہے۔" اس کا پرخلوص انداز اور ناصحانہ باتیں فیجہ کے دل میں اتر رہی تھیں۔

آج عزہ اسے اور بھی پیاری لگی تھی۔ اور ابھی اس وقت اسے احساس ہوا تھا کہ اللہ نے اس کے بھائی کی قسمت میں اتنی پیارے دل والی لڑکی کیوں رکھی تھی، وہ بھی بشر کی طرح بے لوث محبت دینے والوں میں سے تھی۔ وہ بے اختیار ہو کر روتے ہوئے عزہ کے گلے لگی۔ اندر آتے بشر نے بھی عزہ کے آخری الفاظ سن لیے تھے۔ اسے آج اپنی پسند پر فخر ہوا تھا۔

☆......☆......☆

رات میں فیجہ نے بچوں کو اپنے ساتھ دوسرے کمرے میں سلایا۔ بچے بھی اپنی پھوپھو کے واری صدقے جاتے تھے۔ وہ بھی خوشی خوشی تیار ہو گئے۔ عزہ انہیں کمرے میں جاتا دیکھ کر سب چیزیں سمیٹ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھی۔ بشر پہلے ہی اندر آ چکا تھا۔

جس وقت عزہ کمرے میں داخل ہوئی، وہ وارڈ روب کے سامنے کھڑا اپنی کوئی شرٹ نکالنے میں مصروف تھا۔ حالانکہ عزہ اس کے کپڑے پریس کر کے رکھتی تھی مگر اس وقت نجانے وہ وہاں کیا کر رہا تھا۔

"یار! میری صبح ایک نیو کلائنٹ کے ساتھ میٹنگ ہے تو آپ میری یہ والی شرٹ پریس کر دو گی۔" مصروف سے انداز میں عزہ کے پاس آیا جو بیڈ کی چادر ٹھیک کرنے میں مگن تھی۔

سیدھی ہوتی اسے گھور کر دیکھا۔

"میں تو ہوں ہی نکمی، خود ہی پریس کریں۔" اس کے جلے بھنے انداز پر بیشر اپنا قہقہہ نہیں روک سکا۔

"اب کیا کروں، ایک ہی ایک بیوی ہیں فی الحال آپ میری تو آپ سے نہیں کہوں گا تو کس سے کہوں گا۔ ہاں جب دو تین بیویاں آجائیں گی تب میں آپ کو تنگ نہیں کروں گا۔" شرارتی لہجے میں کہتا وہ شرٹ لیے واپس مڑا ہی تھا کہ خطرناک تیور لیے اس کے سامنے آئی۔

"کیا کہا ہے آپ نے، وہ جو بیلن پڑا تھا بھول گئے ہیں۔ ابھی تو وہ میں نے آہستہ سے مارا تھا، مجبور نہ کریں کہ اسے زور سے چلاؤں آپ پر۔" بھناتی ہوئی وہ اس کے سامنے سے ہٹنے لگی کہ بیشر نے بازو سے پکڑ کر واپس اپنے سامنے کیا۔

"میری دلشکن حسینہ! آپ کے ہاتھوں سے ایسے ہزاروں بیلن کھانے کو تیار ہوں، بس میرے لیے اتنی ہی پوزیسو رہیے گا ہمیشہ۔" اس نے عزہ کے بالوں کو اپنی انگلیوں سے سنوارتے اپنے مخصوص نرم مگر جذبوں سے مخمور لہجے میں کہا۔ عزہ کی لرزتی پلکیں جھک گئیں۔

"آج بچے نہیں ہیں کمرے میں، نیند ہی نہیں آئے گی۔" اس نے اپنی طرف سے بیشر کے احساسات پر بند باندھنا چاہا۔

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔" بیشر کا شرارتی لہجہ اسے احساس دلا گیا کہ بیشر اس کی سیدھی بات کو کس جانب موڑ چکا ہے۔

"فضول گفتگو سے پرہیز کریں۔" اس نے بیشر کو گھورتے ہوئے کہا۔

"یہ فضول گفتگو نہیں رومانٹک گفتگو ہے مگر افسوس آپ میں وہ جراثیم ہی نہیں۔" بیشر نے افسوس سے کہا۔

"شکر ہے کہ ابھی نہیں ہیں۔" وہ اپنا بازو چھڑاتی بیڈ پر لیٹنے کی تیاری کر رہی تھی۔

"مووی دیکھیں کوئی۔" بشر کے مشورے پر اسے اس کی ذہنی حالت پر شبہ ہوا۔

"صبح آفس جانا ہے آپ نے۔" اس نے جیسے بشر کو یاد دلایا۔

"ڈونٹ وری چلے جائیں گے وہ بھی، ڈیڑھ گھنٹے کی تو انگلش موویز ہوتی ہیں۔ چلیں آپ اپنی فیورٹ مووی بتائیں آن لائن دیکھتے ہیں۔" بشر اپنا لیپ ٹاپ کھولے عزہ کے قریب بیٹھا جو تھوڑا پرے کھسکی۔

"میری فیورٹ مووی ہے......" عزہ تکیہ سر کے پیچھے لگاتی پر سوچ انداز میں پوز لے کر بولی۔

"ڈیشکیل۔" اس کی پسندیدہ مووی کا نام سن کر بشر نے مڑ کر بھنویں اچکا کر اس کی جانب گھور کر دیکھا۔

"اس کا گرو یقیناً آپ کے خوابوں کا شہزادہ ہوگا مگر افسوس مجھ جیسا سمارٹ انسان آپ کی قسمت میں آ گیا۔ آپ کے ساتھ مجھے دلی ہمدردی ہے۔" بشر کی طنزیہ گفتگو پر عزہ کی بھنویں تن گئیں۔

"آپ نے مجھ سے فیورٹ مووی پوچھی تھی میں نے بتا دی۔ اب میری پسند پہ تبصرے مت کریں۔" وہ چڑ کر بولی۔

"آپ رہنے ہی دیں، میں آپ کو آج اپنی فیورٹ مووی دکھاتا ہوں۔" بشر نے اٹھ کر پہلے ساری لائٹس بند کیں اور اس کے بعد سکریم مووی کا پارٹ ٹو لگا لیا جسے آدھی ہونے سے پہلے ہی بشر کو عزہ کی چیخ و پکار سننے کے بعد بشر کو بند کرنا پڑا۔

جیسے ہی کوئی ہارر سین آتا عزہ دوپٹہ منہ پر رکھ لیتی یا بشر کے شانے میں سر گھسا لیتی اور پھر

بار بار پوچھتی۔ "ہارر سین گزر گیا ہے۔" اور اگر اچانک سے کوئی خوفناک شکل سکرین پر آتی تو اپنی چیخ سے بیثر کے کانوں کے پردے پھاڑتی۔ جس پر بیثر کو اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اس کی چیخ کو قابو کرنا پڑتا۔ آخر اس نے تنگ آ کر موی ہی بند کر دی۔

"حد ہے عزہ، اس قدر ڈرپوک ہیں آپ۔" بیثر نے تاسف سے اسے دیکھتے لیپ ٹاپ بند کرتے ہوئے کہا۔

"اب مجھے ان جن بھوتوں سے ڈر لگتا ہے تو میں کیا کروں۔ ایک تو سارا دن گھر میں اکیلی رہتی ہوں اوپر سے ایسی واہیات شکلوں والی موی دکھا دی ہے، اب کتنے دن ڈرتی رہوں گی۔ بہت اعلیٰ چوائس ہے آپ کی۔" اس نے روہانسے لہجے میں بیثر سے شکوہ کیا۔

"رومانٹک موی دیکھنے کی ہمت ہے آپ میں میرے ساتھ تو نیکسٹ ٹائم وہی دکھاؤں گا۔" بیثر نے مسکراتے ہوئے اس کے حواس باختہ چہرے کی جانب دیکھا۔ پھر اپنا تکیہ سیدھا کر کے اس کے قریب لیٹ گیا جس کے ہاتھوں کے شکنجے میں بیثر کا بازو تھا۔

"چلیں ہارر موی کا ایک فائدہ تو ہوا ہے۔" بیثر نے اپنے بازو کی جانب اشارہ کرتے شوخی سے کہا۔

"چپ کریں مجھے سورتیں پڑھنے دیں" اس نے بیثر کے سینے پر ہاتھ مارتے اسے چپ کروایا

"اُف جنگلی۔" بیثر نے مصنوعی آہ و بکا کی۔ جس پر عزہ کے چہرے پر بالآخر مسکراہٹ ابھری۔ بیثر بھی اس کی جانب دیکھ کر مسکرایا۔

"تھینکس فار دس لولی سمائل۔" اس نے محبت سے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں تھام کر لبوں سے لگایا۔

☆......☆......☆

اگلے دن وہ میٹنگ سے فارغ ہو کر اپنے روم میں آ کر بیٹھا ہی تھا کہ زبیر کی کال اس کے موبائل پر آنے لگی۔ پہلے تو اس کا دل کیا کہ وہ اٹینڈ نہ کرے پھر کچھ سوچ کر یس کا بٹن دبا تے فون کان سے لگا لیا۔

"ہیلو۔" بشر کی سپاٹ آواز فون میں ابھری۔

"ہیلو بشر۔ پلیز فون مت رکھنا۔ کیا میں تم سے تھوڑی دیر کے لیے بات کر سکتا ہوں؟"

اس نے ڈرتے ہوئے بشر سے اجازت مانگی۔ اس کے لہجے میں شرمندگی کا تاثر تھا۔

"جی۔" بشر نے مختصر جواب دیا۔ حمزہ کے ساتھ تو اس نے جو کیا سو کیا، فیجہ کے حوالے سے ان کی پوری فیملی کے ساتھ دھوکا کرنے پر بشر کا دل اس سے بات کرنے پر آمادہ نہیں تھا، مگر اپنی نرم طبیعت کے باعث وہ اس کی بات سننے پر مجبور ہو گیا۔

"بشر، پلیز! مجھے معاف کر دو۔ میں نے شادی سے پہلے تم سب کو جس دھوکے میں رکھا۔ فیجہ کے ساتھ جو بے وفائی کی میں اس سب کے لیے معذرت چاہتا ہوں۔" اس کی آواز میں نمی تھی۔ اللہ جب غرور توڑتا ہے تو انسان کو انسان کے سامنے ہی شرمندہ کرتا ہے۔

"میں خود کو نہ جانے کیا سمجھ بیٹھا تھا مگر اللہ نے میری گرفت بہت سخت کی ہے۔ میں پچھلے چار سال سے ضمیر کی عدالت میں روز پیشیاں بھگت رہا ہوں مگر رہائی کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی...... میں......" زبیر بات کرتے کرتے رکا۔ بشر کو ایسا محسوس ہوا وہ اپنے آنسوؤں کو روکنے کے لیے رکا ہو جیسے۔

"جس دن میں نے فیجہ کے بانجھ ہونے کی خبر سنی تھی اسی دن کسی کی تکلیف کا احساس بہت شدت سے اٹھا تھا۔ میں نے وہی سم واپس اپنے فون میں لگائی جس سے میں وفا سے بات کرتا تھا۔ جو میں شادی سے پہلے بند کر چکا تھا۔ وفا کے لاتعداد میسجز اس میں آئے ہوئے

تھے۔ میں نے اسے کہیں کا نہیں چھوڑا تھا۔ اس کا آخری میسج میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ اس نے لکھا تھا:

"زبیر! میں دعا کرتی ہوں جیسے تمہاری محبت نے مجھے ساری دنیا میں رسوا کیا ہے تم بھی اپنی محبت کے سامنے رسوا ہو۔ اتنا ذلیل وخوار ہو کہ تم معافی مانگنا بھی چاہو تو کبھی تمہیں معافی نہ ملے۔ تم دن رات عذاب مسلسل سے گزرو، جیسے میں گزر رہی ہوں۔ تم اللہ کی عدالت میں بھی جاؤ تو وہ تم پر رحم نہ کھائے۔ میرے اندر تمہاری اولاد جو پل رہی ہے تم ساری عمر اس کے لیے ترسو۔"

اور بیشر بھی سب ہو رہا ہے میرے ساتھ۔ فجر سے میں نے حقیقت میں محبت کی ہے۔ میں نے اس سے شادی کے بعد اپنی ڈال ڈال پہ پھرنے والی فطرت کو بدل دیا، مگر اللہ نے مجھے اسی کے سامنے رسوا کیا، میں فجر کی وہ بے اعتبار اور تاسف بھری نظریں نہیں بھول سکتا جو پرسوں رات اسے سب حقیقت بتاتے ہوئے میں نے سہی ہیں۔ میں نے حمزہ سے معافی مانگی مجھے نہیں ملی۔ میں نے فجر سے معافی مانگی مجھے نہیں ملی۔ دفا کی ہر بددعا کو اللہ نے سنا، وہ سب پوری ہو رہی ہیں۔ نہ میرے لیے زمین میں کوئی جگہ ہے نہ آسمان میں۔ میں بہت بے بس ہوں۔ بیشر! مجھے معاف کر دو۔ میں اپنی اولاد کے لیے ترس رہا ہوں مگر میں جانتا ہوں کہ وہ بھی مجھے نہیں ملے گی۔ مجھ جیسے شخص کے غلاموں کے ساتھ یہی ہونا چاہیے۔ مگر میں یہ تکلیف سہہ نہیں پا رہا۔ یہ میرے بس سے باہر ہے۔ مجھ جیسے ہی گناہگار ہوتے ہیں جنہیں اللہ تھوڑی سی بھی تکلیف دیتا ہے تو وہ بلبلا اٹھتے ہیں۔ اللہ کے نیکوکار تو وہی ہوتے ہیں جو زیادہ تکلیف میں بھی صابر وشاکر رہتے ہیں۔ میں نیکوکار نہیں ہوں بیشر۔ میں......" زبیر کی ہچکیاں بندھ چکی تھیں۔ بیشر نے اپنی انگلی اور انگوٹھے سے ماتھے کو مسلا۔

ٹھیک ہے وہ گناہگار تھا یا جو بھی تھا یہ ہم انسانوں کا کام نہیں کہ ہم کسی کو اس کی برائی کی بنیاد پر جانچیں اور اس کے اچھے یا برے مسلمان ہونے کے درجے سیٹ کرتے پھریں۔ یہ تو اللہ اور اس کے بندے کا معاملہ ہے۔ وہ تو کافروں کا دل اپنی جانب موڑ دیتا ہے تو زبیر تو پھر مسلمان گھرانے سے تھا۔ بشریٰ اس کے بارے میں غلط قیاس کر کے کیوں گناہ گاروں میں شمار ہوتا۔ اس کو معاف کرنے نہ کرنے کا اختیار اللہ کے پاس تھا۔ ہم بندے یہ اختیار حاصل کر کے خود کو برتر جاننے لگتے ہیں اور یہی آزمائش بھی ہے۔ اللہ تو ہمیں قدم قدم پر آزماتا ہے کہ کب ہم انسان سے فرعون بنتے ہیں۔

بشریٰ انسان ہی رہنا چاہتا تھا۔

"زبیر بھائی! میں آپ کو معاف کرنے نہ کرنے والا کون ہوں۔ ہاں آپ نے میری بہن کی محبت کے ساتھ دھوکہ کیا۔ اس بات نے میرا دل بھی دکھایا، مگر بہر حال اگر میری بہن آپ کو معاف کر دے گی تو مجھے آپ سے کوئی مسئلہ نہیں۔ آپ نے یقیناً بہت سے لوگوں کے ساتھ بہت برا کیا مگر اللہ کے رحم سے ہمیں کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ میرا اور آپ کا تعلق بہنوئی اور سالے سے زیادہ انسانیت کا ہے اور اسی انسانیت کے ناطے میں نے آپ کے احساسات کو سنا ہے۔ اور اسی انسانیت کے ناطے میں آپ کو یہی مشورہ دوں گا بار بار، ان سب سے معافی مانگیں کیونکہ حقوق اللہ تبھی پورے ہو سکتے ہیں جب آپ حقوق العباد کو بھی صحیح سے ادا کر سکیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ آپ کے حق میں اچھا کرے۔" بشریٰ کی نرم طبیعت اسے یہ اجازت نہیں دیتی تھی کہ ایک شرمندہ انسان کو وہ اپنے لفظوں سے مزید چوکے لگائے۔

"بہت شکریہ، کیا میں باہر جانے سے پہلے صرف ایک دفعہ وفا کے بچوں کو دیکھ سکتا ہوں۔ یہ صرف ایک درخواست ہے۔ میں تو خود کو ان کا باپ کہلانے کے لائق بھی نہیں سمجھتا کہ ان کی

ماں کو ان سے چھیننے کا جرم بھی میرے کھاتے میں ہے۔" زبیر نے اپنے آنسوؤں پر بند باندھتے بمشکل کہا۔

"میں عزہ سے پوچھے بغیر کچھ نہیں کہہ سکتا کہ بہرحال ان پر سب سے زیادہ حق اسی کا ہے۔" بشر نے اسے کوئی امید دلائے بغیر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ بہت شکریہ بشر۔" اس نے تشکر آمیز لہجے میں کہا اور خدا حافظ کہہ کر فون رکھ دیا۔ جبکہ بشر فون بند کر کے کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

☆......☆......☆

عزہ کے سمجھانے پر فیجہ اسی رات واپس فیصل آباد چلی گئی تھی رات کی فلائیٹ سے۔ سب اسے چھوڑنے گئے تھے۔ وہاں سے بشر انہیں فن لینڈ لے گیا۔ بچے خوب کھیلے اور واپس آ کر جلد ہی سو گئے تھے۔

عزہ جو بیڈ پر بیٹھی کوئی ڈائجسٹ پڑھ رہی تھی بشر کے کمرے میں آنے پر بھی اس کی جانب متوجہ نہیں ہوئی۔

"جب آپ کا رنگیلا ہیرو آپ کے پاس آپ کے سامنے ہے تو پھر ان رسالوں کی کہانیوں میں کیا تلاش کرتی ہیں۔" بشر نے اس کے ہاتھ سے ڈائجسٹ لیتے اس کے سامنے بیٹھتے چاہت سے اسے دیکھا جو کالے کپڑے پہنے کالی ہی شال لیے بشر کے دل کی دنیا میں حشر برپا کر رہی تھی۔

"آپ تو میرے ہیرو ہیں ہی نہیں، میرا اصل آئیڈیل تو گرو ہے تو پھر آپ کو دیکھ کر میں نے کیا کرنا ہے۔" عزہ نے بشر کو اس کے رات کے الفاظ یاد کروائے۔

"ہاہاہا! چلیں اب مجھ پر ہی گزارا کر لیں۔ ایک کام کریں کافی بنا کر لائیں۔" بشر کی بات

پر عزہ نے منہ بنایا۔

"صبح آفس کا آف ہے سوئیو بہانا، چلیں شاباش۔" بشر نے اسے بچوں کی طرح پچکارا۔

"اگر کل آف ہے تو کیا اس وقت کافی پی کر شب شہزادہ بننا ضروری ہے۔ سوئیں چپ کر کے۔" اس نے اٹھنے سے انکار کرتے ہوئے کہا۔

"حد ہے یار ان رومینٹک ہونے کی۔ کافی کا مگ لے کر ہم باہر لان میں جائیں گے۔ باتیں کریں گے اور کافی انجوائے کریں گے۔" بشر نے اپنی پلاننگ بتائی۔

"جی بالکل اور پھر نمونیہ کروا کر ہفتہ کمرے کے اندر ہی پڑے رہیں گے۔" عزہ نے اس کے ارادوں پر بالکل ہی پانی پھیر دیا۔

"میں خود ہی بنا لاتا ہوں۔" بشر غصے سے اٹھا۔

"اچھا اچھا جا رہی ہوں۔" عزہ اب کی بار جلدی سے اٹھی۔ مقصد صرف اسے تنگ کرنا تھا۔ کافی لے کر وہ دونوں اپنے کمرے کا سلائیڈنگ ڈور کھول کر باہر آئے جہاں گارڈن سونگ تھا۔ بشر اس کا ہاتھ تھام کر اس پر بیٹھ گیا۔ سرد رات میں چاند کی روشنی میں ہاتھ میں کافی کے مگ لیے یہاں پر بیٹھنا واقعی میں بہت رومینٹک لگ رہا تھا۔ عزہ نے دل ہی دل میں بشر کے آئیڈیے کو سراہا۔

بشر کا ایک ہاتھ عزہ کے شانوں پر تھا جب کہ ایک ہاتھ میں کافی کا مگ تھا۔

"عزہ! آپ کے نزدیک بدلہ لینے والا اچھا انسان ہے یا معاف کرنے والا۔"

"معاف کرنے والا۔" اس نے ایک لمحے کا بھی توقف کیے بنا جواب دیا۔

"عزہ! کیا آپ میری ایک بات مانیں گی۔" گردن موڑ کر عزہ کو دیکھتے اس نے اپنی پرسوچ نگاہیں اس کے چہرے پر جمائیں۔

''سو با تیں کہیں بشر۔'' اس نے بشر کی جانب دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

''عزہ! اگر آپ کو یہ اختیار دیا جائے کہ آپ زبیر بھائی سے بدلہ لیں یا انہیں معاف کر دیں تو آپ کس بات کو فوقیت دیں گی۔'' عزہ کو معلوم ہوتا کہ بشر نے وہ بات کس مقصد کے تحت پوچھی تھی تو کبھی بھی اس کا جواب نہ دیتی۔

''بشر پلیز، میں اس بندے کو ڈسکس نہیں کرنا چاہتی۔'' عزہ نے کاٹ دار لہجے میں کہا۔

''عزہ! آپ کو معلوم ہے ان کی حالت اس وقت ایسے شخص کی سی ہے جسے نہ موت قبول کر رہی ہے نہ زندگی۔ وہ آپ کی ایک معافی کی وجہ سے ہوا میں معلق ہے اور میری بیوی ہونے کے ناطے میرا فرض ہے کہ میں آپ کو سمجھاؤں۔ آگے آپ کی مرضی ہے میں آپ کو فورس نہیں کروں گا۔'' کافی ختم کر کے بشر نے کپ نیچے زمین پر رکھتے اب کی بار اپنا رخ مکمل طور پر عزہ کی جانب کر لیا تھا۔

''کیا آپ نہیں جانتے، اس شیطان صفت انسان نے میری بہن کے ساتھ کیا کیا تھا؟'' عزہ نے حیرت زدہ نظریں بشر کے چہرے پر ڈالیں جو اس کا ایک ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے چکا تھا اور عزہ کے ہاتھ سے خالی کپ لے کر اپنے کپ کے ساتھ رکھ دیا تھا۔

''عزہ! میں سب جانتا ہوں مگر کیا ہمارا بدلہ لینا اللہ کے انصاف سے نعوذ باللہ بڑھ کر ہے؟''

''اللہ معاف کرے میں نے ایسا کب کہا؟'' عزہ جلدی سے بولی جبکہ آنکھوں سے آنسو رواں ہونے کو تیار تھے۔

''تو پھر یہ اختیار بھی اپنے ہاتھ میں مت لیں۔ وہ ساری زندگی نارسائی کی آگ میں جلے گا۔ اس نے فجر آپا سے جو محبت کی تھی آج وہ ان کے آگے بھی اپنے کیے پر شرمندہ ہے۔ کیا یہ اللہ کی سزا نہیں کہ اس کی محبوب بیوی اسے اولاد نہیں دے سکی۔ بے شک وہ میری بہن ہیں میں

خود بھی یہ تکلیف محسوس کرتا ہوں کہ وہ بے اولاد ہیں مگر مجھ سے کہیں زیادہ تکلیف وہ شخص محسوس کرتا ہے۔ عزہ! ہم اللہ کے انصاف کا مقابلہ نہیں کر سکتے کہ آخر کو ہم اس کے بندے ہیں۔ اللہ نے اسے سزا دی ہے ساری عمر کی سزا۔ اور آپ کو پتہ ہے اللہ قدم قدم پر ہمیں آزماتا ہے کبھی اختیار دے کر اور کبھی چھین کر۔ وہ آپ کی معافی کے انتظار میں ہے کیونکہ سب سے زیادہ نقصان اس نے آپ کا کیا ہے۔ آپ جانتی ہیں نہ اللہ اپنے ان بندوں کو کتنا پسند فرماتا ہے جو بدلے کا اختیار رکھتے ہوئے بھی کسی شخص کو صرف اللہ کی رضا کے لیے معاف کر دیں۔ اللہ کی سب سے بڑی صفت ہی رحم ہے اور وہ اپنے بندوں میں بھی یہی صفت دیکھنے کا خواہاں ہے۔ تبھی تو بار بار وہ معاف کرنے اور رحم کرنے کا فرماتا ہے۔

عزہ! آپ بہت اچھی ہیں۔ آپ کی اچھائی کے ہم سب معترف ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ اسی اچھائی کے سبب آپ اسے معاف کر دیں گی۔" بشر نے اس کے دونوں ہاتھوں کو تھامتے اپنے ہاتھوں میں دباتے اسے ہمت اور حوصلہ دیا۔ جو بشر کی باتوں پر شدت گریہ سے رو رہی تھی۔

"اور میں ایک اور درخواست کرتا ہوں، میں جانتا ہوں جو بات میں کرنے جا رہا ہوں، وہ آپ کے لیے قابل قبول نہیں مگر ایک درخواست ہے، ماننا نہ ماننا آپ کے اختیار میں ہے، میں زبردستی نہیں کروں گا۔

عزہ! میں نے سوچا ہے کہ ہم بچوں کو فیجہ آپا اور زبیر بھائی کو دے دیں۔" عزہ نے رونے سے سرخ ہوتی اپنی آنکھوں سے بشر کو دیکھا۔

"پلیز بشر! میں اتنی اچھی نہیں ہوں۔ میں وہ سب نہیں بھلا سکتی، میں وفا کے بچوں کو اس بے مہر انسان کے سپرد نہیں کر سکتی۔" اس نے شدت سے سر نفی میں ہلاتے ہوئے کہا۔

”عزہ! آپ اس حقیقت سے نظریں نہیں چرا سکتی ہو کہ وہ بچے زبیر کے بھی ہیں۔ ان کی رگوں میں اس کا خون بھی دوڑ رہا ہے۔ اور خون کی کشش کبھی نہ کبھی اپنا آپ ضرور منواتی ہے۔ آپ میرے بارے میں غلط گمان مت کرنا، میں نے ساری عمر کے لیے ان کی ذمہ داری اٹھائی ہے، مگر عزہ صرف ایک مرتبہ سوچو اگر انہوں نے بڑے ہو کر آپ کو یہ کہا کہ آپ نے انہیں ان کے باپ کو کیوں نہیں دیا، آپ نے انہیں اپنے سگے رشتے سے دور کیا، تو عزہ آپ کی ساری ریاضتیں ایک پل میں ختم ہو جائیں گی۔

عزہ! ماں باپ جیسے بھی ہوں وہ ماں باپ ہی ہوتے ہیں۔ میں یا آپ انہیں اپنی محبت کی ایک ایک بوند بھی دے دیں مگر اس محبت کا مقابلہ نہیں کر سکتے جو انہیں اپنے ماں باپ سے ہوگی۔

عزہ! میں نہیں چاہتا کہ آپ کی محبت کو کوئی خود غرضی کا نام دے۔ کل کو بھی بچے یہ کہیں کہ آپ نے صرف اپنی بہن کا بدلہ لینے کے لیے یہ سب کیا۔

عزہ! رشتوں کو بہت سوچ سمجھ کر برتنا پڑتا ہے یہ قدم قدم پر امتحان میں ڈالتے ہیں۔ آپ بہت اچھی ہو عزہ اور اللہ اپنے اچھے بندوں کو آزمائشوں کے لیے چنتا ہے۔ اور ویسے بھی یہ بچے زبیر سے زیادہ مجھے آپا کے سائے میں پلیں گے۔ کیا آپ کو ان کی اچھائی میں کوئی شک ہے۔“

بشر نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیتے اس کے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں، وہ بہت اچھی ہیں بشر مگر میں اتنی اچھی نہیں ہوں جتنا آپ مجھے سمجھ رہے ہیں۔ میں بالکل بھی اچھی نہیں ہوں۔“ وہ اس کے ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

”عزہ! آپ میری سوچ سے بھی کہیں زیادہ اچھی ہو۔ مجھے امید ہے آپ بہت اچھا فیصلہ کرو گی۔ اور آپ کا جو بھی فیصلہ ہوگا مجھے دل و جان سے منظور ہوگا۔ میں ہر قدم پر آپ کے ساتھ

ہوں۔" بشریٰ نے اسے خود میں سمیٹتے اسے اپنے ہونے کا یقین دلایا جو بکھرتی چلی جارہی تھی۔

وہ ساری رات حمزہ نے اللہ کے سامنے رو کر گڑ گڑا کر اس سے بہترین فیصلے کرنے کی درخواست کرکے گزاری۔ جن بچوں کو اس نے اپنی اولاد کی طرح پالا تھا۔ انہیں ان ہی کے باپ کو دینا اسے دنیا کا مشکل ترین کام لگ رہا تھا، مگر جو سکا رشتہ اللہ نے ان کے لیے لکھا تھا وہ اس کا واقعی مقابلہ نہیں کرسکتی تھی۔

اس نے حاجات کے نفل پڑھے۔ اللہ سے اپنے فیصلے پر پرسکون اور ثابت قدم رہنے کی دعا مانگی۔ کیا کیا تکلیف دہ لمحے یاد نہ آئے تھے، مگر وہ اللہ کی نظر میں فرعون نہیں بننا چاہتی تھی۔

بشریٰ نے بالکل صحیح کہا تھا اللہ ہر لمحہ اپنے بندے کو آزماتا ہے۔ آج جب اللہ نے زبیر کی معافی کا اختیار اس کے ہاتھ میں دیا تھا تو وہ برتری کے زعم میں اپنے کھاتے میں سفاکیت اور بے رحمی کے ببول نہیں اُگانا چاہتی تھی جس کے کانٹے ساری عمر اس کی ذات کو چبھتے رہیں۔

وہ رحم دلی کی راہ کو چن کر عجز کی ہی سیج پر رہنا چاہتی تھی۔ اور بالآخر فیصلہ ہوگیا تھا۔ اللہ نے اس کے دل کو سکون بخش دیا تھا۔

☆......☆......☆

اگلے دن اس نے بشریٰ کو اپنا فیصلہ سنایا۔ برائی انسان بہت آسانی سے کر جاتا ہے، مگر کبھی کبھی نیکی آپ کی پوری ذات کو ہلا کر رکھ دیتی ہے۔ حمزہ کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہورہا تھا۔ اسی لیے وہ فیصلہ سناتے بھی اپنے آنسوؤں کو روک نہیں پائی۔ بشریٰ نے ہمیشہ کی طرح بڑھ کر اسے اپنے ساتھ لگایا۔

"نیکی کرتے وقت آنسو نہیں بہاتے۔ اسے پوری محبت سے کرتے ہیں۔ کوئی خلش آپ کے دل میں ہے تو اپنا فیصلہ ابھی بھی بدل لیں۔ نیکی کو اتنے باوقار انداز میں ادا کریں کہ اللہ

حقیقت میں آپ کو اس کام کے لیے چنے جانے پر خوش ہو۔" بشر کا ساتھ ہی تو اس کا اصل حوصلہ تھا۔ اگر وہ اسے اس کی غلطی کی طرف توجہ نہ دلاتا تو زندگی میں کہیں نہ کہیں وہ زبیر کے ساتھ یہ سب رویہ اپنانے پر ضرور پچھتاتی۔

بشر نے اسے پچھتاوں کی آگ میں سلگنے سے بچا لیا تھا۔ اللہ نے نجانے کس نیکی کے عوض اتنا پاکیزہ دل والا بندہ اس کے نصیب میں رکھا تھا۔ اپنے آنسو صاف کرتے اس نے بشر کو دیکھ کر فخر سے سوچا۔

اگلے دن انہوں نے نیجہ آپا کو فون کیا کہ وہ دونوں بچوں سمیت ان کے ہاں آ رہے ہیں۔ کس مقصد کے تحت یہ انہوں نے نہیں بتایا۔

بشر نے اسی رات شہاب صاحب کو فون کر کے تمام حالات سے آگاہ کیا۔ وہ جہاں زبیر کی حرکتوں پر غم و غصے کی کیفیت سے گزرے وہیں عزہ اور بشر کے فیصلے پر بے حد خوش ہوئے۔ انہوں نے بھی اگلے دن نیجہ کی طرف جانے کا فیصلہ کیا۔

اگلے دن دوپہر میں وہ لوگ زبیر اور نیجہ کے سامنے تھے۔ زبیر سر جھکائے بیٹھا تھا۔ شہاب صاحب اور فریدہ بیگم بھی پہنچ چکی تھیں۔ زبیر کے والدین بھی شرمندہ بیٹھے تھے کہ بہر حال انہوں نے اپنے دوست سے زبیر کی ہر حقیقت کو چھپایا تھا۔

زبیر نے ان سے معافی مانگی۔ جب ان کی بیٹی اس شخص کو معاف کرنے پر راضی تھی پھر وہ کون ہوتے تھے اسے معاف نہ کرنے والے۔ انہوں نے بھی بڑے پن کا ثبوت دیتے زبیر کو معاف کر دیا۔

"عزہ! میں تم سے بھی معافی مانگتا ہوں حالانکہ میں جانتا ہوں کہ میں یہ کہنے کا بھی حق نہیں رکھتا مگر......" عزہ کے سامنے والے صوفے پر بیٹھتے اس کے آگے ہاتھ جوڑتے وہ پھوٹ

پھوٹ کر رو پڑا۔

عزہ نے کرب سے آنکھیں بند کیں۔ اللہ نے کیسا بدلہ لیا تھا۔ یہی وہ شخص تھا جو کبھی کرد فر سے اس کی بہن کے لیے برے الفاظ بولتا اس کے سامنے سے گیا تھا اور آج اتنے سارے لوگوں کے سامنے ہاتھ جوڑے معافی کا طلبگار تھا۔

"میں نے اپنے بچوں کے صدقے آپ کو معاف کیا۔ حالانکہ یہ میرے بس میں نہیں تھا۔ اگر بشر مجھے حوصلہ نہ دیتے۔" عزہ نے ڈبڈبائی نظروں سے اپنے ساتھ بیٹھے بشر کو دیکھا۔ جس کی مسکراہٹ نے عزہ کا حوصلہ اور بھی بڑھایا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر فجہ کے پاس بیٹھی۔

"آپا! میں نے اور بشر نے ایک فیصلہ کیا ہے اور میں امید کرتی ہوں آپ ہمارے فیصلے کا مان رکھیں گی۔" اس نے فجہ کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا جو سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"کہو میری جان۔" ایک ہاتھ عزہ کے چہرے پر رکھتے وہ اس محبتوں سے گندھی لڑکی سے بولی۔

"میں وفا کے بچوں کو آپ کی عظیم گود کے سپرد کرنا چاہتی ہوں۔" اس نے ہلکی مسکراہٹ سے فجہ سے کہا۔ اسے لگا عزہ نے اسے زندگی کی نوید سنا دی ہو۔

"عزہ۔" وہ حیرت اور خوشی کے باعث بس اتنا ہی کہہ سکی۔ اس کے چہرے پر کھلنے والی چمک نے عزہ کو احساس دلایا کہ بشر نے اس سے کتنی خوبصورت نیکی کروا دی ہے۔ ایک بے اولاد ماں کی ممتا کو سکون بخش دیا ہے۔ اس نے برستی آنکھوں سے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں ان بچوں کو آپ کی ممتا کے سائے میں دینا چاہتی ہوں اور امید کرتی ہوں کہ آپ انہیں بشر جیسا مرد بنائیں گی۔ عورت کی عزت کرنے والا۔ لوگوں سے محبت کرنے والا۔ دنیا

میں صرف محبتیں بانٹنے والا۔" وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر اتنی شدت سے روئی کہ وہاں بیٹھے ہر شخص کی آنکھیں نم کر گئی۔

فیحہ نے اسے محبت سے سمیٹ لیا۔

☆......☆......☆

شام میں جب وہ لوگ وہاں سے نکلنے لگے تو شہاب صاحب نے یشراور عزہ کو اپنے ساتھ چلنے کا کہا۔

"نہیں ڈیڈی، پھر آئیں گے۔ابھی تو کل آفس ہے۔" یشر نے سہولت سے انکار کیا۔

"میں چلی جاؤں؟" عزہ نے یشر سے ان کے ساتھ جانے کا پوچھا۔

یشر نے گھور کر اسے دیکھا۔

"ہاں نا میری جان تم چلو۔ایک دو دن رہ کر چلی جانا تب فزا کی شادی پر بھی تم لوگ زیادہ رہے نہیں تھے۔" فریحہ بیگم نے عزہ کو اپنے ساتھ جانے کے لیے تیار کیا۔

"نہیں ممی ویک اینڈ پر ہم آجائیں گے نا۔ابھی واپس چلتے ہیں۔" یشر کسی صورت عزہ کو لیے بغیر جانے کو تیار نہ تھا۔اس کے بغیر ایک لمحہ گزارا نہیں جاتا تھا کہاں دو تین دن۔

"تم آتے رہنا ویک اینڈ پر، عزہ ابھی ہمارے ساتھ جائے گی۔" شہاب صاحب بھی اسے لے جانے پر بضد ہوئے۔یشر نے بہت مرتبہ عزہ کو تنبیہی نظروں سے دیکھا مگر وہ جان بوجھ کر نظر انداز کر گئی۔اور دل میں یشر کی اپنے لیے یہ بے قراری دیکھ کر محظوظ ہوئی۔

ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر وہ اسلام آباد کے لیے چلی تو گئی، مگر پھر خیال آیا یہ شرارت مہنگی نہ پڑ جائے اور اس کا خیال بالکل درست تھا۔اس نے گاڑی میں بیٹھے بیٹھے لاتعداد میسج یشر کو کیے مگر ایک کا بھی جواب نہیں آیا۔اب حقیقت میں اس کے ہاتھ پاؤں پھولے، اسے

اپنے مذاق کے سنگین ہونے کا احساس ہوا۔ اور یہ احساس دو چند ہو گیا جب بشر نے اس کی کسی کال کو بھی پک نہیں کیا۔ اسی طرح وہ لوگ گھر بھی پہنچ گئے۔

شہاب صاحب نے اپنے خیریت سے پہنچنے کا بتانے کے لیے بشر کو فون کیا تو اس نے اٹھا لیا، مگر اس کے بعد بھی عزہ کی کوئی کال پک نہیں کی۔ عزہ کے لیے وہاں رات گزارنا مشکل ہو گیا۔ اگلے دن اس نے صبح ہی سے واپس جانے کی رٹ لگالی۔

"ڈیڈی پلیز! مجھے کسی طرح واپس بھجوا دیں۔"

شہاب صاحب عزہ کے ساتھ بھی ویسے ہی بے تکلف تھے جیسے بشر کے ساتھ تھے۔ وہ بلا جھجک ان سے بات کر لیتی تھی۔

"آرام سے بیٹھی رہو ادھر ہی کچھ دن۔ غضب خدا کا، کیسے تمہیں آنکھیں نکال کر یہاں آنے سے روک رہا تھا۔" انہوں نے عزہ کو ڈپٹتے ہوئے کہا۔

"ابھی تو صرف آنکھیں نکالی تھیں ایک دو دن اور رہی تو کچا چبا جائیں گے۔"

"اچھا ایسی بات ہے تو پھر کچھ دن واقعی آرام سے رہو یہاں تا کہ اس کا دماغ ٹھکانے پہ آ جائے۔" انہوں نے عزہ کو ایک اور مشورہ دیا۔

"پلیز ڈیڈی! بھجوا دیں نا۔" اس نے لجاجت بھرے انداز سے کہا۔ آخر انہوں نے رات کی فلائٹ سے اسے بھجوا دیا اور گھر فون کر کے ڈرائیور سے کہہ دیا کہ اسے ائیر پورٹ سے پک کر لے۔

☆......☆......☆

بشر کا دل گھر جانے کو نہیں کر رہا تھا۔ عزہ کے بغیر تو ویسے بھی گھر بالکل ہی بھائیں بھائیں کرتا تھا۔ لہٰذا بشر گھر دیر سے جانا چاہتا تھا جبکہ ابھی تو صرف آٹھ بجے تھے۔ ابھی وہ یہی سوچ رہا تھا کہ گھر سے کام کرنے والے لڑکے کا فون آ گیا۔

"ہیلو بھائی جان! آپ گھر کب آئیں گے۔" اس کے پوچھنے پر بشر کو لگا، اس نے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا ہے۔

"آ جاؤں گا یار، تمہیں کیا جلدی ہے۔" اس نے اکتاہٹ سے جواب دیا۔

"نہیں وہ بھائی جی، بھابی بھی نہیں ہیں تو آپ کو کھانا کون گرم کر کے دے گا اسی لیے میں نے سوچا، پوچھ لوں تاکہ آپ کے آنے تک میں رکا رہوں۔" اس کی بات پر بشر نے ٹھنڈی آہ بھری۔

"ہائے یار، ایک تو تمہاری یہ بھابی بھی نا۔ خیر تم چلے جاؤ، میں دس بجے تک آؤں گا۔ کھانا کھا کر۔" بشر کچھ کہتے کہتے رک کر بات کا رخ بدلتے اسے جانے کا کہنے لگا۔

"ٹھیک ہے۔" فون رکھتے وہ دوبارہ سے کچھ پینڈنگ کام کرنے لگا۔ عزہ سے وہ سخت قسم کا ناراض تھا۔

جس وقت وہ گھر پہنچا گھر کی سب مین لائٹس بند تھیں۔ لاؤنج کا دروازہ بند کر کے جیسے ہی وہ لاؤنج کے وسط میں آیا۔ دئیوں سے ایک راستہ بنایا گیا تھا جو اس کے کمرے کی جانب جاتا تھا۔ بشر پہلے تو حیران ہوا پھر کسی کے ہونے کا احساس بڑی شدت سے ہوا۔ فضاؤں میں جس وجود کی خوشبو بھری ہوئی تھی اس نے بشر کو اندر تک سرشار کیا، وہ ہلکی سی مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجائے اس راستے پر چلتا اپنے کمرے کی جانب آیا۔ دروازے کے آگے گلاب کی پتیوں سے بڑا بڑا سوری لکھا تھا۔

بشر بے اختیار اس سرپرائز پر ہنس پڑا۔ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو پورا کمرا موم بتیوں کی روشنی سے جگمگ کر رہا تھا۔ بیڈ کے آگے بہت سی موم بتیوں سے دل کی شکل بنائی گئی تھی۔ وہ عزہ سے کبھی بھی اتنی رومینٹک سچویشن کری ایٹ کرنے کی امید نہیں رکھتا تھا۔

گلاس وال کے پاس عزہ بیشر کو اسی ساڑھی میں نظر آئی جو اس نے فزا کی شادی پر اس کے لیے بہت محبت سے لی تھی۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر عزہ نے مڑ کر بیشر کو دیکھا اور بیشر اسے اتنے سجے سنورے روپ میں اپنے لیے تیار دیکھ کر ششدر رہ گیا۔

ساری ناراضگی اتنے شاندار استقبال پر ہی ختم ہو چکی تھی۔ مگر صرف دل میں۔

"السلام علیکم۔" اس نے بیشر کی جانب مسکرا کر دیکھتے ہوئے پہل کی۔

"وعلیکم السلام۔ آپ نے تو دو تین دن اور رہنا تھا وہاں۔ کچھ زیادہ جلدی نہیں آ گئیں۔" بیشر نے مصنوعی خفگی سے کہا۔

"آپ کی ناراضگی رہنے دیتی تو رہتی نا۔" اس نے بھی منہ پھلایا۔

"میری ناراضگی کا بڑا خیال آیا آپ کو اور اشاروں سے آپ کو جانے سے منع کر رہا تھا۔" بیشر نے اس کے مقابل آتے ہاتھ سینے پر باندھتے اس کے چہرے کے خدوخال کو محبت سے دیکھا۔

"مجھے اشاروں کی زبان سمجھ نہیں آتی۔" عزہ نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا۔

بیشر نے اس کے چہرے پر پیار سے اپنے ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے اپنی نظروں سے پگھلایا۔

"محبت کی زبان تو سمجھ آتی ہے نا۔" بیشر کی گمبھیر آواز پر اس کا دل اتنی زور سے دھڑکا کہ اسے لگا یہ سینے سے باہر آ جائے گا۔

"اس میں تو میں بالکل کوری ہوں" عزہ نے اس سے نظریں چراتے ہوئے گویا اپنی غلطی مانی۔

"آج کے استقبال سے تو نہیں لگ رہا۔"

عزہ اس کا اشارہ سمجھتے ہوئے مسکرائی۔

"آپ جیسے بندے کی محبتوں نے کچھ تو اثر دکھانا تھا نا۔" اس نے نظریں جھکاتے کہا۔

"ابھی تو میں نے اپنی محبتیں نچھاور ہی نہیں کیں۔" بیشر نے اس کی کمر کے گرد اپنا بازو

باندھتے اسے محبت سے اپنے ساتھ لگایا۔

"بچوں کے بغیر گھر کتنا سونا لگ رہا ہے۔ ہے نا۔" عزہ نے اس کی بات نظر انداز کرتے کہا۔ یشر کو سمجھ آ گئی وہ بات بدلنا چاہ رہی ہے۔

"ڈونٹ وری، ہم جلد ہی انتظام کر لیتے ہیں۔" یشر نے شرارت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

جیسے ہی بات عزہ کی سمجھ میں آئی اس کے چہرے پر لالی بکھری۔

"تھینک یو عزہ، میرا مان رکھنے کے لیے۔" یشر نے سنجیدہ ہوتے پیار سے اپنی شریک سفر کو دیکھا جو حقیقت میں اس کی شریک سفر تھی۔ جس نے اس سفر کا آغاز ہی یشر کی عزت سب کے سامنے بڑھا کر کی تھی۔ تو باقی کا سفر اس کے ہمراہ کتنا خوبصورت گزرنا تھا۔

عزہ نے محبت سے اپنا سر اس کے کندھے پر رکھا۔

"یشر! وہ وقت بہت مشکل تھا مگر اللہ نے آپ کی صورت میں مجھے جو ہمت دی اس نے مجھ سے یہ نیک کام کروا لیا۔ میں اسے معاف کر کے واقعی بہت مطمئن ہو گئی ہوں۔ ایک بوجھ سا تھا جو دل سے اتر گیا ہے۔" عزہ کی بات پر یشر نے محبت سے اسے خود میں بھینچا۔

"اس کا مطلب ہے اب آپ ہمیشہ میری فرمانبردار رہیں گی۔" یشر نے اس کا موڈ بدلنے کے لیے ہنستے ہوئے موضوع بدلا۔

"عزہ! مجھے آج اس رات اپنی نئی زندگی کا آغاز کرنے سے پہلے کچھ کہنا ہے۔" یشر اسے لیے بیڈ پر بیٹھ گیا اور اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا۔

"پلیز کہیں۔" عزہ نے اسے اجازت دی۔

"ہم محبت سے بھی پہلے اعتماد کا رشتہ بنائیں گے۔ کبھی کوئی غلط گمان ایک دوسرے کے لیے دل میں نہیں لائیں گے۔ مجھے آپ کی محبت سے بھی پہلے آپ کا اعتبار چاہیے۔" یشر نے

سنجیدگی سے کہتے عزہ سے وعدہ لیا۔

"عزہ! رشتوں کے ٹوٹنے کی اصل وجہ ہی رشتوں میں بے اعتباری ہے۔ ہم محبت تو کر لیتے ہیں اعتبار نہیں کرتے جو سب سے زیادہ ضروری ہے۔" بشر نے اس سے وعدہ لیا۔

"میں وعدہ کرتی ہوں میں اب کوئی بات آپ سے چھپانے والی غلطی نہیں کروں گی۔" عزہ نے مسکراتے ہوئے بشر کو دیکھتے اپنے ہاتھوں میں اس کے ہاتھوں کو دبایا۔

"گڈ گرل، اب اتنا سجنے کی وجہ۔ آپ تو سادگی میں مجھے گھائل کر گئی ہو۔ اس روپ میں کیا بالکل ہی میرے ہوش اڑانے کا ارادہ ہے۔" بشر کی جذبے چھلکاتی نظریں اب عزہ کا طواف کر رہی تھیں۔

"فزا کی شادی پر تو میں بن ٹھن نہیں سکی تھی، تو میں نے سوچا آپ اتنی محبت سے لے کر آئے ہیں کیوں نہ آج آپ کو خوش کر دوں۔" عزہ نے سادگی سے بتایا۔

"مجھے تو خوش کر دیا ہے اب اپنی خیر منا لیں۔" بشر نے معنی خیزی سے اسے کہتے ڈریسنگ روم کی جانب قدم بڑھائے۔ کچھ دیر بعد وہ نائٹ سوٹ پہنے باہر آیا جہاں عزہ اب بھی ویسے ہی بیٹھی تھی۔

"اب اتنی محنت سے جو آپ نے سوری کہا ہے اس کا کچھ تو خراج دینا آپ کا حق ہے۔" لائٹس آف کرتا، نائٹ بلب آن کرتا بشر اس کی جانب بڑھا۔ اس کے تیور دیکھ کر عزہ کو ہوش آیا۔

"آج کوئی موی دیکھیں آپ کی پسند کی، سیریسلی میں اب چیخیں نہیں ماروں گی۔" عزہ نے بشر کا دھیان اپنی جانب سے ہٹانے کی ناکام کوشش کی۔ جو عزہ کے گرد اپنی محبت کا حصار کھینچ رہا تھا۔

"ابھی تو ہماری رومینٹک موی سے لطف اٹھائیں۔" بشر کی گمبھیر آواز نے عزہ کی حالت غیر کی۔ پھر عزہ کے کانوں میں اس نے اپنے پسندیدہ گانے کے چند اشعار گنگنائے۔

If I lay here

If I just lay here

Would you lie with me and just forget the world

Forget what we'retold

Before we get too old

Show me a garden that's bursting into life

All that I am

All that I ever was

Is here in your perfect eyes;

they're all I can see

I don't know where

Confused about ho was well

Just know that these things will never change for us at all.

عزہ کی مسکراہٹ نے اسے سب کچھ بھلا دیا اور اس نے عزہ کو...

......ختم شد......